استاذ زمن، سخنور خوش بیاں، ناظم شیریں زباں، برادر اعلیٰحضرت

مولانا محمد حسن رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

قوتِ بازوئے امام احمد رضا

مولانا حاجی حسن رضا قدس سرہ العزیز

(پروفیسر منیر الحق کعبی - گجرات)

حسن نعت و چنیں شیریں بیانی
تو خوش باشی کہ کردی وقت ما خوش

مولانا حسن رضا خان حسن بریلوی ۲۲ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۸۵۹ء کو

اس خاکدانِ تیرہ کو نور بار کرنے کے لئے اِس دنیا میں تشریف لائے۔ ابتدائی تعلیم اپنے عظیم والد حضرت مولانا نقی علی خان سے حاصل کی۔ مولانا نقی علی خان قدس سرہ العزیز ۱۸۵۷ء کے مجاہدِ آزادی اور صاحبِ تصانیفِ کثیرہ تھے۔ حسن بریلوی کی تربیت و تعلیم میں ان کے برادرِ کبیر حضرت مولانا احمد رضا خان کا نہایت اہم حصہ ہے۔ مولانا نقی علی خان، فاضلِ بریلوی کے مسندِ تدریس و افتا پر متمکن ہونے کے بعد تدریسی ذمہ داریوں سے عملاً کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اور یہ بار بھی فاضلِ بریلوی کے ذہن و قلم پر آ پڑا تھا۔ اس لئے حسن بریلوی نے مولانا الشاہ محمد احمد رضا خان سے علومِ عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی۔ حسن سلوک و وصول الی اللہ کے لئے مارہرہ پہنچے سید ابوالحسین احمد نوری سے شمع جاں کی تنویر کا سامان فراہم کیا۔

علومِ دینیہ سے فراغت کے بعد مولانا حسن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے معتقد و

معادن اور قوتِ بازو ہے۔ اِن کی علمی ادبی اور دینی مصنفات کی طباعت و اشاعت اور ترسیل و ابلاغ کا اہتمام نہایت ذمہ داری سے فرماتے رہے خاص طور پر اعلیٰ حضرت کی شعری تخلیقات کی تدوین و طباعت حسن بریلوی نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ ہمعصر علماء میں سے تاج الفحول محبّ رسول مولانا عبد القادر بدیوانی سے خاص اُنس تھا۔ تاج الفحول بھی اِن کی عزت افزائی سے دریغ نہ رکھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے تاج الفحول کی مدح میں "چراغِ اُنس" کے نام سے قصیدہ ارقام فرمایا تھا اس کی ردیف "محبت رسول تھی" قصیدہ اپنے عہدے کے مذہبی آشوب کو خوب واضح کرتا ہے۔ پہلی بار ۱۳۱۵ھ میں چھپا تھا۔ حسن بریلوی نے بعد میں اپنے پیش لفظ کے ساتھ "ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ" ذی قعدہ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ میں دوبارہ بڑے صحت و اہتمام سے شائع کیا تھا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا نعتیہ دیوان حدائقِ بخشش حصہ اول حسن بریلوی کے حُسنِ ترتیب کا آئینہ دار ہے مولانا حسن کو فاضلِ بریلوی سے جس قدر عقیدت و محبت تھی اس دیوان کی اشاعت اِس بات کی مظہر ہے۔ حسن بریلوی نے اپنے نعتیہ کلام کو منظرِ عام پر لانے سے قبل اعلیٰ حضرت کے نعتیہ دیوان کی اشاعت ضروری سمجھی۔ حدائقِ بخشش حصہ اول اپنے تاریخی نام کے ساتھ ۱۳۲۵ھ میں مطبع حنفیہ پٹنہ سے زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منصہ شہود پر آیا حسن کا "ذوقِ نعت" ۱۳۲۶ھ میں اِن کی وفات کے بعد قلب و نظر کی تسکین کا سامان ہو سکا۔

سقوطِ دہلی کا سانحہ لاکھوں عام افراد کی طرح بہت سے اہلِ علم و فضل کے لئے بھی اِضطراب و اضطراب کا باعث ہوا چنانچہ اساتذۂ شعر و سُخن پُر امن ریاستوں کی طرف ہجرت کر جانے پر مجبور ہو گئے۔ رام پور کے نواب یُوسُف علی خان ناظم بھی شُعراء کے قدر دان تھے مگر اِن کے بعد نواب کلب علی خان کا عہد تو اُردو زبان و ادب کی ترقی کا زریں دور ہے۔ داغ آواخر ۱۸۵۷ء میں رام پور پہنچے ظہیر دہلوی کی وساطت سے پہلے نواب رضا محمد

خاں کی سرکار میں پھر یوسف علی خاں ناظم تے اور ۱۴ اپریل ۱۸۶۶ء کو کلب علی خاں نے اپنی ملازمت میں داخل کیا "صاحبِ منزل" میں اسیر، منیر، قلق، بحر، داغ، حیا، جلال، تسلیم، رسا، عروج، حیا، جان صاحب، آغا شرف، انس، شاغل، شاداں، غنی، وغیرہ اساتذہ فن کا جمگھٹا رہتا تھا۔ محفلِ مشاعرہ میں ان اساتذہ کے ساتھ اِن کے شاگرد بھی شریک ہوا کرتے۔ حسن کو داغ سے تلمذ تھا اس طرح انہیں بھی اِن مشاعروں میں اپنے فن کے اظہار کے خوب مواقع ملے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خاندان کے بھی ریاست رام پور سے تعلقات تھے۔ زیریں رام پور میں ان کی زمینیں تھیں جن کی نگرانی زیادہ تر فاضلِ بریلوی کے چھوٹے بھائی محمد رضا خاں بریلوی کرتے تھے۔ شیخ فضل حسین، رام پور ریاست کے افسر ڈاک تھے اور نواب کے خاص افراد میں ممتاز تھے۔ ان کی بڑی بیٹی ارشاد بیگم کی شادی اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی سے ۱۲۹۱ھ میں ہوئی تھی۔ سعادت یار خان صاحب وزیر محمد شاہ کے تین بیٹے تھے۔ اعظم خاں صاحب، معظم خاں صاحب، مکرم خاں صاحب، اعلیٰ حضرت اعظم خاں صاحب کی اولاد میں سے تھے اور شیخ فضل، خسرِ اعلیٰ حضرت کی شادی مکرم خان صاحب کے بیٹے غلام دستگیر خاں کی پوتی یاقوتی جان سے ہوئی یہ شیخ عثمانی تھے۔ اس طرح یہ دونوں خاندان قدیمی روابط میں منسلک تھے۔ مولانا حسن رضا خاں کی شادی شاہزادہ معظم خاں صاحب کے بیٹے اعظم خاں صاحب کی پوتی اصغری بیگم سے ہوئی تھی اور پھر اعلیٰ حضرت کی دو بیٹیاں کنیزِ حسین عرف مجھلی بیگم اور کنیزِ حسین عرف چھوٹی بیگم مولانا حسن رضا خاں کے بیٹوں حکیم حسین رضا خاں صاحب اور مولوی حسنین رضا خاں صاحب سے بالترتیب بیاہی گئی تھیں (۱) اس طرح اعلیٰ حضرت نے بڑی متانت اور محبت سے اِن رشتوں کو استوار کرنے کی کوشش کی تھی۔

---

(۱) حیاتِ اعلیٰ حضرت، ظفر الدین بہاری، مولانا ص ۱۴، ۱۳، مرکزی مجلس رضا لاہور

(۲) ذوقِ نعت ص ۵۹، ۵۸ ایڈیشن انڈیا پریس لکھنؤ۔ محمد ایوب قادری، معارفِ رضا ۱۹۹۳ کراچی۔

خاں کی سرکار میں پھر یوسف علی خاں ناظم نے اور ۱۴ اپریل ۱۸۶۶ء کو کلب علی خاں نے اپنی ملازمت میں داخل کیا "صاحبِ منزل" میں امیر، مہر، قلق، بحر، داغ، حیا، جلال، تسلیم، رسا، عروج، حیا، جان صاحب، آغا شرف، انس، شاغل، شاداں، غنی، وغیرہ اساتذہ فن کا جمگھٹا رہتا تھا۔ محفلِ مشاعرہ میں ان اساتذہ کے ساتھ اِن کے شاگرد بھی شریک ہوا کرتے۔ حسن کو داغ سے تلمذ تھا اس طرح انہیں بھی اِن مشاعروں میں اپنے فن کے اظہار کے خوب مواقع ملے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خاندان کے بھی ریاست رام پور سے تعلقات تھے۔ زیریں رام پور میں ان کی زمینیں تھیں جن کی نگرانی زیادہ تر فاضلِ بریلوی کے چھوٹے بھائی محمد رضا خاں بریلوی کرتے تھے۔ شیخ فضل حسین، رام پور ریاست کے افسر ڈاک تھے اور نواب کے خاص افراد میں ممتاز تھے۔ ان کی بڑی بیٹی اِرشاد بیگم کی شادی اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی سے ۱۲۹۱ھ میں ہوئی تھی۔ سعادت یار خان صاحب وزیر محمد شاہ کے تین بیٹے تھے۔ اعظم خاں صاحب، معظم خاں صاحب، مکرم خاں صاحب، اعلیٰ حضرت اعظم خاں صاحب کی اولاد میں سے تھے اور شیخ فضل، خسرِ اعلیٰ حضرت کی شادی مکرم خاں صاحب کے بیلٹے غلام دستگیر خاں کی پوتی یاقوتی جان سے ہوئی یہ شیخ عثمانی تھے۔ اس طرح یہ دونوں خاندان قدیمی روابط میں منسلک تھے۔ مولانا حسن رضا خاں کی شادی شاہزادہ معظم خاں صاحب کے بیٹے اعظم خاں صاحب کی پوتی اصغری بیگم سے ہوئی تھی اور پھر اعلیٰ حضرت کی دو بیٹیاں کنیزِ حُسین عُرف منجھلی بیگم اور کنیزِ حُسین عرف چھوٹی بیگم مولانا حسن رضا خاں کے بیٹوں حکیم حسین رضا خاں صاحب اور مولوی حسنین رضا خاں صاحب سے بالترتیب بیاہی گئی تھیں (۱) اس طرح اعلیٰ حضرت نے بڑی متانت اور محبت سے اِن رشتوں کو اُستوار کرنے کی کوشش کی تھی۔

---

(۱) حیاتِ اعلیٰ حضرت، ظفر الدین بہاری، مولانا ص ۱۲ تا ۲۱ مرکزی مجلس رضا لاہور

(۲) ذوقِ نعت ص ۵۹، ۵۸ ایوانائیٹڈ انڈیا پریس لکھنو۔ محمد ایوب قادری، معارف رضا ۱۹۹۳ کراچی۔

حسن بریلوی اردو غزل کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں اردو شاعری انہیں حسن بریلوی کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اور علماء و فضلا میں "مولانا حسن رضا خاں بریلوی معروف ہیں تاریخ ادبیات اردو میں حسن بریلوی اپنی غزل کے حوالہ سے متعارف ہیں۔ حسن غزل میں داغ دہلوی کے اور نعت میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے تلمیذ ہیں۔ حسن بریلوی کے ایک شاگرد سید برکتُ اللہ نامی نے ان کے انتقال پر ایک مختصر سی تحریر رقم کی تھی جو بعد میں "ذوقِ نعت" کے ساتھ شامل کر دی گئی۔ نامی لکھتے ہیں۔

"سر چشمۂ سخن فصیحُ الملک بُلبلِ ہندوستان' حضرت استاد داغ دہلوی مرحوم کی نہروں سے اپنے گُلستانِ شاعری کے پودوں کو سینچا تھا۔ ایک مدت تک ریاست رام پور میں رہ کر استاد کے گلشنِ سخن سے گُل چینی فرماتے رہے اور بریلی آکر اپنے اخِ معظم مرکزِ دائرۂ علوم مجددِ مأتہ حاضرہ عالمِ اہلِ سُنت حضرت مولانا مولوی حاجی مفتی جناب محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم وافضالہم کی صحبت سے فیضِ معنوی حاصل کیا کیے۔ ۲۲ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ سے ۳ شوال ۱۳۲۶ھ تک اسی معزز گھر میں نشو و نما پائی" حسن بریلوی کی شاعری پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لالہ سری رام رقم طراز ہیں۔

سخنور خوش بیان' ناظمِ شیریں زباں' مولانا حاجی محمد حسن رضا خان صاحب حسن بریلوی خلف مولانا مولوی نقی علی خاں صاحب مرحوم و برادر مولوی احمد رضا خاں صاحب عالمِ اہلِ سُنت وشاگردِ رشید حضرت نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی۔ (۱)

مولانا حسرت موہانی نے حسن بریلوی کی شاعری پر ایک مضمون "اُردوئے معلیٰ" میں لکھا اور حسن کی غزل کی خوبیاں واضح کیں "نکاتِ سخن" جس میں متروکاتِ سخن' معائبِ سخن' محاسنِ سخن' نوادرِ سخن و اصلاحِ سخن (۲) کی تفصیل بڑی کاوش اور کوشش کے ساتھ مع متعدد مثالوں کے درج کی گئی ہے۔

---

(۱) خمخانہ جاوید ص ۵۰ ج دوم

(۲) مطبوعہ نکاتِ سخن میں صرف پہلے تین باب ہیں چوتھا پانچواں طباعت پذیر نہیں ہوا

حسرت نے متروکات کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے اور کتنے ہی اساتذہ قدیم و جدید کے اشعار سے نشاندہی کی ہے اس طرح معائبِ سخن میں ۳۵ معائب گنوائے ہیں اور اساتذہ کے کلام سے وضاحت کی ہے حسن بریلوی کی قدرتِ کلام کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان دونوں ابواب میں حسن کا کوئی شعر نہیں آیا اس کے بجائے محاسنِ سخن کی بات چلی ہے تو محاسنِ سخن کے ۱۷ عُنوانات میں سے سات عُنوانات (۱) صدق محاورہ ' صفائی زبان و سادگی بیان ۲- شوخی کلام و رندی مضمون ۳- تازگی بیان و ندرتِ مضمون ۴- حُسنِ ترکیب ۵- معاملہ بندی ' واقعہ گزاری و جذبہ نگاری' ۶- کنایہ ' ۷- مصرعوں کا تقابل اور اُلٹ پھیر) کے تحت بالترتیب درج ذیل اشعار کا انتخاب دیا۔ سعد

چوٹ جب دل پر لگے آواز پیدا کیوں نہ ہو ۔۔۔ اے ستم آرا جو ایسا ہو تو ایسا کیوں نہ ہو
دل کا تنگ آکر دعا کرنا نہ ہو ایسوں سے میل ۔۔۔ اس جفا پرور کا جھنجھلا کر یہ کہنا کیوں نہ ہو

پوچھتے جاتے ہیں یہ ہم سب سے ۔۔۔ محفلِ وعظ میں شراب بھی ہے

گُلشنِ خُلد کی کیا بات ہے کیا کہنا ہے ۔۔۔ پر ہمیں تیرے ہی کوچہ میں پڑے رہنا ہے
ساقیا اور بھی اِک ساغرِ پُر جوش مجھے ۔۔۔ دیکھ ایسا نہ ہو آجائے کہیں ہوش مجھے

طُور نے تو خوب دیکھا جلوۂ شانِ جمال ۔۔۔ اِس طرف بھی اِک نظر اے برقِ تابانِ جمال
اسکے جلوے سے نہ کیوں کافور ہوں ظلماتِ کُفر ۔۔۔ پیش گاہ نور سے آیا ہے فرمانِ جمال

بے قراروں سے ان کو شرم آئی ۔۔۔ شوخیاں رہ گئیں حیا ہو کر
روٹھ کر اُن سے ہم کہاں جائیں ۔۔۔ وہ منا لیتے ہیں خفا ہو کر

آپ کیا کہتے ہیں دشمن کے برابر ہے حسن ۔۔۔ خوب ہوتا جو میں دشمن کے برابر ہوتا

توڑ کر عہدِ وفا تم نے زبانیں روک دیں ورنہ کہنے والے تم کو ناز نیں کہنے کو تھے

دیکھنا یہ ہے کہ ہم نے تمہیں کیسا چاہا پوچھنا یہ ہے کہ تم نے ہمیں کیسا دیکھا(۱)

ممکن ہے حسرت نے سہل ممتنع کے تحت بھی اشعار دیے ہوں مگر ہمارے پاس جو نسخہ ہے وہ آخر سے پھٹا ہوا ہے۔

محمد حسن عسکری جدید عہد کے ممتاز ترین ORIGINAL نقادوں میں سے ہیں۔ سلیم احمد نے عسکری صاحب سے سوال کیا تھا کہ وہ کون سے تجربات ہیں جو چھوٹی بحر کا موضوع بنتے ہیں؟ اس پر عسکری صاحب نے لکھا کہ چار قسم کے تجربات میری سمجھ میں آتے ہیں جو چھوٹی بحر کے لئے موزوں ہیں۔

۱۔ سیدھے سادے ابتدائی جذبات کی شدت اور وفور جو بے لاگ، بے تکلف براہ راست اور فوری اظہار کی طالب ہو۔

۲۔ جذبات کی ثانوی اور لطیف تر اور قدرے پیچیدہ شکلیں یہاں اظہار براہ راست اور بے لاگ نہیں ہوگا بلکہ تھوڑے سے تکلف اور ادبیت کے ساتھ —— یہاں بات ذرا بنائی جاتی ہے۔ تجربے میں شعوری کوشش سے حُسن پیدا کیا جاتا ہے۔

۳۔ جذبہ نہیں بلکہ پیچیدہ تجربہ۔

۴۔ محبوب یا زندگی کی شکایت، گلے شکوے، طعنے —— کوئی کڑوی کسیلی بات کہنا، جلی کٹی سُنانا یا دل کے پھپھولے پھوڑنا، یہاں اِختصار اس لئے برتا جاتا ہے کہ چوٹ کراری پڑی ہے عسکری دوسرے تجربے کے تحت لکھتے ہیں۔

اس کی کامیاب ترین مثالیں اثر، بیدار، حسن بریلوی کے یہاں ملتی ہیں۔

اُلفت اُن کی نہیں چھوڑی جاتی حال دل کا نہیں دیکھا جاتا

---

(۱) نکاتِ سخن ص ۱۸۲۴۲۱۱ انتظامی پریس حیدرآباد

چوتھا تجربہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں
اس ضمن میں خصوصیت کے ساتھ غالب' داغ اور حسن بریلوی کا نام لیا جاسکتا ہے۔

حضرتِ دل مزاج کیسا ہے　　　پھر بھی اس کوچے میں گزر ہوگا
تیرے در سے کوئی پھرا ہوگا　　　رہ گئے ہم تو خاک میں مل کے (۲)

سید عابد علی عابد خوبصورت شاعر جمالیاتی نقاد 'لکھنوی لہجہ' محقق 'حُسنِ الفاظ کی وضاحت میں ایک خاص انداز میر حسن کے اسلوب پر بات کرتے ہوئے ان کا ایک شعر لکھا ہے۔

جب میں چلتا ہوں ترے کوچے سے کترا کے کبھی
دل مجھے پھیر کے کہتا ہے ادھر کو چلئے نہ

اسی ضمن میں عابد لکھتے ہیں۔

''میر حسن کے ہم نام حسن بریلوی نے قیامت کی غزل کہی ہے جس میں یہ مضمون بھی بڑی خوبی سے باندھا ہے۔ (مقطع میں)

حسن جب مقتل کی جانب تیغ براں لے چلا
عشق اپنے قیدیوں کو پابجولاں لے چلا
بے مروت' ناوک افگن' آفریں' صد آفریں
دل کا دل زخمی کیا' پیکاں کا پیکاں لے چلا
دل کو ہم سمجھا بجھا کے لائے جاناں سے حسن
دل ہمیں سمجھا بجھا کے سوئے جاناں لے چلا (۱)

داغ کے رنگ تغزل کا ایک مخصوص سماجی پس منظر تھا جو لوگ انہیں جرأت انشاء اور رنگین کے سلسلے کی ایک کڑی سمجھتے ہیں وہ در حقیقت ان کے تغزل اور اس کی روح کو نہیں سمجھتے ـــــ داغ کے حالات اور ان کا ماحول اپنے پیش روؤں سے پوری طرح مختلف تھا۔ داغ کی افتادِ طبع اور مزاج نے اسے کچھ اور بھی مختلف بنا دیا تھا ـــــ ان کی انفرادیت جو

(۱) ستارہ یا بادبان ص ۲۰۸۔۲۰۵ مکتبہ سات رنگ کراچی طبع اول ۱۹۶۳ء

ان کے تغزل میں مختلف موضوعات کو پیش کرنے کے سلسلے میں جگہ جگہ نمایاں ہوئی ہے اس بات پر صداقت کی مہر لگاتی ہے ـــــ (۱)

داغ ایک طرف غالب، مومن سے متاثر تھے تو دوسری طرف ذوق اور ظفر سے بھی اثر لیا تھا۔ واسوخت اور احساس برتری کا اسلوب، تعیش پرستی ہوس کاری میں نفاست و لطافت اس پر زبان و بیانِ دہلی داغ کے رنگِ تغزل کو منفرد بناتے ہیں۔ داغ محاورۂ دہلی کے نمائندہ شاعر تھے جو روایت کے تسلسل کا حصہ تھے۔

مولانا حسن بریلوی کی غزل کا عاشقانہ رنگ جس میں مجاز کے پہلو ابھرتے ہیں زبان و بیان پر گرفت محاوروں کا خوبصورت استعمال الفاظ سے معانی کے مختلف شیڈز تیار کرنا حسن کا خاص رنگ ہے اور یہ سب داغ اور رامپور کی دین ہے۔ مولانا حسن رضا لگ بھگ ۱۲۹۳ھ میں داغ کی شاگردی اختیار کرتے ہیں اور ایک طویل عرصہ تک داغ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ لالہ موسی رام اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

"آپ کا عاشقانہ کلام آپ کے بعد طبع ہوا جو فی الحقیقت بہت اچھا ہے۔ صفائی، سادگی بندش اور شوکتِ الفاظ کے علاوہ پُر درد اور موثر بھی طرزِ بیان میں سادگی کے ساتھ تیکھا پن غضب کا ہے۔ تعقید اور آورد کا شروع سے آخر تک نام و نشان بھی نہیں ہے۔ اکثر مصرع ثانی کی نسبت مصرع اولی کے الفاظ کو الٹ پلٹ کر اس خوبی سے مصرع ثانی کا مضمون پیدا کر لیتے ہیں کہ تعریف نہیں کی جا سکتی بول چال اور محاورات میں بھی صرف گیری کی کم گنجائش ہے الغرض آپ کا مذاقِ شعر پاکیزہ اور اسلوبِ بیان قابلِ تعریف ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نواب فصیح الملک مرزا داغ دہلوی کے تلامذہ میں آپ ایک امتیازی درجہ رکھتے ہیں۔ (۲)

لالہ سری رام نے لکھا ہے کہ "آپ کا عاشقانہ کلام آپ کے بعد طبع ہوا" تو یہ

---

(۱) اسلوب ص ۴۳ مجلس ترقی ادب لاہور۔

(۲) عبادت بریلوی ڈاکٹر۔ روایت کی اہمیت ص ۲۶۵

حقیقت نہیں مولانا حسن رضا خاں بریلی کے ممتاز علما میں شمار ہوتے تھے رام پور میں رہتے ہوئے بھی کافی وقت گھر اور گھر کے ماحول میں گزرتا تھا۔ حسن بریلوی کی شخصیت کے دونوں پہلو نمایاں ہیں غزل کے مستند اُستاد اور ایک جید عالم اور نعت گو شاعر حسن اس دو طرح کے ماحول میں سخن سرائی فرمارہے تھے یہ دونوں ماحول ایک دوسرے سے متضاد رویوں کے حامل تھے۔ یہ درست ہے کہ بہت سے شُعرا کا کلام محفوظ نہیں رہا ان کے مسودات گم ہوگئے حسن بریلوی کے ساتھ بھی یہ معاملہ پیش آیا۔ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی لکھتے ہیں۔

"آپ کے کلام مجاز سے فضار نگین اور نعت شریف سے ہوا مُعنبر۔ تین دیوان تو گم ہوگئے ثمرۂ فصاحت اور ذوقِ نعت شائع ہوئے۔(۲)

ہمارے خیال میں مولانا حسن بریلوی کے ساتھ کچھ معاملہ اور بھی ہو سکتا ہے اس میں ممکن ہے اس پاکیزہ مسلک کا بھی ہاتھ ہو جو مولانا کو ایک غزل گو استاد کے بجائے ایک عالمِ دین اور نعت گو کے روپ میں دیکھنا چاہتا ہو۔ عبدالعزیز بریلوی نے ان کے دیوان غزلیات کا نام "ثمرۂ فصاحت" لکھا ہے راجا رشید محمود نے "ثمرِ فصاحت" ہمارا ادراک کہتا ہے کہ یہ نام ان کے نعتیہ دیوان "ذوقِ نعت" کی طرح تاریخی ہے۔ ثمرۂ فصاحت (۱۳۲۴) اور "ثمرِ فصاحت" (۱۳۱۹) بنتے ہیں اور یہ دونوں سنین ان کے سنِ وصال ۱۳۲۶ھ سے قبل کے ہیں دوبارہ کلام حسن کا نہ چھپنا بھی ہمارے موقف کی تائید کرتا ہے دوسرے مولانا حسن کی شخصیت، فاضلِ بریلوی کی کوہ پیکر شخصیت کے سایہ تلے دب کر رہ گئی اور سب کے سامنے وہی آفتاب جلوہ نُما رہا۔

مولانا حسن رضا خاں حسؔن بریلوی نعت گوئی میں مجددِ شعر و سُخن امام فن اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی ہیں۔ ادبیات اردو کی تاریخ ایک دور میں فاضلِ بریلوی کو

---

(۱) سید وجاہت رسول قادری معارف رضا ۹۵ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

(۲) تاریخ روہیلکھنڈ مع تاریخ بریلی ص ۲۸۷ مہران اکیڈمی مکتبہ علم و فکر کراچی طبع اول اکتوبر ۱۹۶۳

حسن بریلوی کے نام سے "برادرِ حسن رضا خاں حسن بریلوی کہہ کر متعارف کراتی رہی مگر آج کا دور حسن بریلوی کا تعارف برادر امام احمد رضا خاں بریلوی کے نام سے کراتا ہے آج فاضلِ بریلوی کا کلام محتاجِ تعارف نہیں رہا۔ نعت گوئی کے امام عصر اور مجتہد حسن بریلوی نے جہاں داغ دہلوی سے زبان و بیان کی لطافت محاورہ کا تعین استعمال سیکھا تھا وہیں نعت کے اسرار و رموز، شریعت کے حدود و قیود، طریقت کے مقامات اور تصوف کے مراحل اور خاص کر سنتِ محمدیہ علیہ التحیہ والثناء کا دائرہ اور اس کا عروج، یہ سب کچھ اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کی عطاء ہے حسن جہاں غزل کے خوبصورت شاعر ہیں نعت کے بھی باکمال سخن ور ہیں۔ حسن بریلوی داغ کے پیارے شاگرد تھے اور ان کی استادی پر فخر کرتے تھے۔

پیارے شاگرد تھا لقب اپنا　　　کس سے اس پیار کا مزہ کہیے

اور

کیوں نہ ہو تیرے سخن میں لذتِ سوز و گداز

اے حسن شاگرد ہوں میں داغ سے استاد کا [۱]

حسن بریلوی کا نعتیہ دیوان "ذوقِ نعت" طباعت کے آخری مراحل میں تھا کہ حسن انتقال فرما گئے ان کی وفات کے بعد "ذوقِ نعت" منصہ شہود پر آیا فاضلِ بریلوی نے ذوقِ نعت کی تاریخ میں ایک شاہکار قطعہ لکھا ہے۔ قطعہ کیا ہے اعلیٰ حضرت کی شاعری کا پُر شکوہ انداز، حسن کی یادیں، شاعری اور شخصیت کا حسین مرقع، دینی، ملی اور مذہبی خدمات، اپنے روابط اور حسن سے جذباتی لگاؤ کا واضح اظہار جو اعماق قلب سے زبانِ قلم پر اترا اور صفحہ قرطاس پر بکھر گیا آخری چار شعر، ہر مصرع تاریخ، مصرع نصف کی تکرار، صنائع بدائع سے مملو، حسن و جمال کی تصویر دیکھیے۔

قوتِ بازوئے من سنی نجدی فگن　　　حاج و زائر حسن سلمۂ ذوالمنن

نعت چہ رنگیں نوشت، شعر خوش آئیں نوشت　　　شعر مگو دیں نوشت، دور ز ریب و فتن

---

(۱) معارف رضا ۱۹۹۵ء کراچی

شعرِ شعرش عیاں عرش بہ تیغش نہاں — سُنّیہ را حرزِ جاں نجدیہ را سر شکن

قلقلِ ایں تازہ جوش بادہ بہنگام نوش — نور فشاند بگوش شہد چکاں در دہن

کلکِ رضا سالِ طبع گفت بہ افضالِ طبع — زانکہ از اقوالِ طبع کلکِ بو و نغمہ زن

اوج ببیں محمدت جلوہ گۂ مرحمت — عافیتِ عاقبت باد نوائے حسن

بادنوائے حسن، بابِ رضائے حسن — بابِ رضائے حسن بازِ بہ جلبِ منن

باز بہ جلبِ منن، بازوئے بختِ قوی — بازوئے بختِ قوی، نیک حجابِ محن

نیکِ حجابِ محن، فضلِ عفوو نبی — فضلِ عفوو نبی، حبلِ وی و حبلِ من (۲)

حسن بریلوی کی نعت میں بھی داغ کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ وہی سادگی لطافت، مصرعوں کا الٹ پھیر، بات سے بات پیدا کرنا مصرعوں میں لفظوں کی خاص ترتیب اور رکھ رکھاؤ سے استعمال کرنا۔ حسن کے ہاں داغ کا فن زیادہ حسن کے ساتھ اور نکھر کر سامنے آتا ہے۔ اس میں وہ چھینا جھپٹی نہیں۔ لاگ ڈانٹ نہیں لیکن   کا انداز غزل میں تو نظر آتا ہے۔ مگر جب نعت میں آتے ہیں تو ایک متانت اور تقدس کی فضا سانس لیتی ہے۔ کہیں کہیں اعلیٰ حضرت کی طرح سنگلاخ زمینیں استعمال کی ہیں اور ان میں بھی سادگی اور سلاست کو برقرار رکھا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اُردو کی نعتیہ شاعری میں حسن بریلوی کی نعت پر یوں تبصرہ فرمایا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے چھوٹے بھائی حسن رضا خاں بریلوی بھی صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ ذوقِ نعت کے نام سے اِن کا مجموعۂ کلام ۱۳۲۶ھ میں دین محمدی پریس لاہور سے چھپا تھا اور یہی میرے سامنے ہے۔ حسن رضا خاں کا رنگِ سخن تقریباً وہی ہے جو اِن کے بڑے بھائی مولانا احمد رضا خاں کا ہے زمینیں بھی زیادہ تر وہی جو رضا کے دیوان میں نظر آتی ہیں۔ دونوں بھائیوں کی نعتوں میں جو چیز خاص طور پر متاثر کرتی ہے وہ سادگی و

(۲) اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی اختر شاہجہانپوری ص ۲۴ ادارہ غوثیہ رضویہ جامع مسجد مدینہ لاہور۔

صفائی بیان کے ساتھ ان کے جذباتِ عشقیہ کی وہ شدت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی والہانہ لگاؤ کا ثبوت ہر قدم پر مہیا کرتی ہے۔(۱)

اس اقتباس میں مندرج دو باتوں سے ہمیں اختلاف ہے۔ دونوں بھائیوں کا رنگِ سُخن ایک ہے دوسری حسؔن بریلوی کے ہاں زیادہ تر وہی زمینیں ہیں جو رضاؔ کے دیوان میں ہیں۔ اِن باتوں کو سامنے رکھیں تو لگتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے نہ "حدائقِ بخشش" کا مطالعہ کیا ہے۔ نہ "ذوقِ نعت" کا

رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں۔

عام طور پر آسان زمینوں میں مُشکل مضامین پائے جاتے ہیں—— بکثرت محاورات صرف ایک قصیدے (قصیدۂ نُوریہ جس کی ردیف نور کا ہے۔ "کبھی) میں ملتے ہیں اور مولانا کے تبحر کی وجہ سے ایسے قصیدے کسی قدر تشریح کے بغیر سمجھ میں نہیں آتے" مولانا کے تبحر، علمیت، عقیدت، ذکاوت اور کمالِ فن کے شواہد جگہ جگہ موجود ہیں۔"(۲)

فاضلِ بریلوی کا انداز حسین و جمیل ہونے کے ساتھ ساتھ پُر شکوہ ہے جب کہ حسؔن کے ہاں حُسن و جمال میں سادگی ہے۔ جزیں کاشمیری کے مطابق "انہوں نے داغؔ دہلوی کے مخصوص رنگ کو نعت میں اپنا کر ایک طرف ان کا حقِ شاگردی ادا کر دیا ہے اور دوسری طرف نعت کو زبان و بیان کی جدتوں، رعنائیوں اور دلآویزیوں سے مالا مال کر دیا ہے اور کچھ پیکر ایسے بھی تراش دیئے ہیں جو بعد میں آنے والوں کے لئے دلیلِ راہ ثابت ہوئے ہیں نعت کی یہ ادائے خاص بھی مُشتاقانِ نعت کو جی سے مرغوب ہے۔ اس میں سلاست ہے روانی ہے شستگی و شگفتگی ہے۔ نہ اسلوب کا طنطنہ نہ الفاظ کی گھن گرج پیارے نبی کی والہانہ توصیف میٹھے الفاظ، کان میں رس گھولتا لہجہ نہ ایچ پیچ، سامنے کی باتیں جیسے داغؔ گنگنا رہا ہو۔(۱)

---

(۱) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ اردو کی نعتیہ شاعری ص ۸۷-۸۶ آئینہ ادب چوک انار کلی لاہور ۱۹۷۴ء
(۲) رفیع الدین اشفاق، ڈاکٹر۔ اردو میں نعتیہ شاعری (مولانا احمد رضا خان بریلوی) اردو اکیڈمی سندھ کراچی

اختر جعفری کو حسنؔ کی نعت میں فاضلِ بریلوی کا شکوہ الفاظ نظر آتا ہے۔

حزیں کاشمیری کو ذوقِ نعت میں "سادگی و پُرکاری ان کی ادائے خاص کی غمازی" کرتی نظر آتی ہے "دھیمے لہجے میں نرم و نازک الفاظ" دکھائی دیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ موصوف زبان و بیان کی ان تمام باریکیوں سے کماحقہ' واقف ہیں جو کسی بڑے فنکار کے لئے ضروری ہیں۔ آپ کی نعت حشو و زوائد سے پاک ہے۔ تنافر جلی و خفی نام کو بھی نہیں۔ قافیہ و ردیف کے جملہ رموز سے آگاہ ہیں۔ الفاظ کا در و بست مصرعوں کی سادگی اور چستی کے ساتھ ان کے کمالِ فن کا پتہ دیتا ہے۔ نہ کہیں جھول' نہ ضعف خاتمہ' سلاستِ زبان و ندرت ادا کے عناصر کہیں دور چھپے ہوئے گہرے جذبات میں گھل مل کر عجب سماں باندھ رہے ہیں۔ (۲)

حسنؔ بریلوی کی نعت پر بھی داغؔ اور رضا بریلوی (قدس سرہٗ) دونوں اساتذہ کے گہرے اثرات میں لسانی و فنی رموز اور طرز ادا اور ندرتِ مضامین میں تو داغؔ بولتا نظر آتا ہے لیکن موضوعاتِ نعت میں اعلیٰ حضرت کی شخصیت کا نورِ تربیت صاف جلوہ نما ہے۔ حسنؔ بریلوی نے چند ایک زمینیں اعلیٰ حضرت کی استعمال کی ہیں فرمان فتح پوری کا یہ کہنا کہ زیادہ تر وہی زمینیں ہیں غلط ہے مثال کے طور پر ردیف الف کو لیجئے ------

فاضلِ بریلوی نے ۱۸ نعتیہ غزلیں وغیرہ ردیف الف میں کہی ہیں حسنؔ بریلوی نے اسی ردیف میں ۲۰ نعتیہ غزلیں' حمد' منقبت وغیرہ لکھیں صرف پانچ نظموں میں فاضلِ بریلوی اور حسنؔ بریلوی نے مشترک زمینوں میں اشعار کہے ہیں۔

حسنؔ بریلوی جب بھی کوئی نعت یا منقبت کہتے تو اعلیٰ حضرت کے گوش گزار فرماتے اور اعلیٰ حضرت اس کی مناسب اصلاح فرماتے۔ انہوں نے چند اصول جو نعت کے لئے ضروری تھے انہیں سمجھا دیئے تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی خود ارشاد

---

(۱) ماہنامہ نعت' جنوری ۱۹۹۰ ص ۱۰ لاہور۔

(۲) ماہنامہ نعت جنوری ۱۹۹۰ ص ۶' ۷۔ لاہور

فرماتے ہیں۔

ان کو میں نے نعت گوئی کے اصول بتا دیے تھے ان کی طبیعت میں ان کا ایسا رنگ رچا کہ ہمیشہ کلام معیارِ اعتدال پر صادر ہوتا۔ جہاں شبہ ہوتا مجھ سے دریافت کر لیتے۔(۳)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی صرف دو افراد کا کلام پسند فرماتے تھے ایک مولانا کافی اور دوسرے حسن رضا، مولانا کافی جنگِ آزادی کے نامور شہید تھے۔ جب انہیں شہادت گہ میں لے کے جا رہے تھے مولانا کی زبان پر یہ اشعار تھے۔

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دینِ حسن رہ جائے گا

ہم صفیرو باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا

اطلس و کم خواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تنِ بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا

نام شاہانِ جہاں مٹ جائینگے لیکن یہاں
حشر تک نام و نشانِ پنج تن رہ جائے گا

جو پڑھے گا صاحبِ لولاک کے اوپر درود
آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائے گا

سب فنا ہو جائیں گے کافی و لیکن حشر تک
نعتِ حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا(۱)

امیر مینائی کو نواب یوسف علی خاں ناظم والئ رامپور نے خود طلب کیا تھا امیر ۱۸۵۸ میں رام پور پہنچے۔ نواب یوسف علی خاں نے انہیں عدالت دیوانی کا مفتی مقرر کر دیا۔ ناظم کے انتقال کے بعد کلب علی خاں نے امیر کو اپنا استاد مقرر کر دیا تھا۔ کلب علی خاں کی وفات تک امیر بھی وہیں مقیم رہے ہیں ۱۸۵۷ کا زمانہ محسن کاکوروی کے پاس گزارا جو ان کے شاگرد بھی اور دوست بھی تھے امیر پر محسن کاکوروی کے اثرات بخوبی دیکھے جا سکتے ہیں۔ جہاں استاد شاگرد پر اثر انداز ہوتا ہے شاگرد بھی اپنے خیال و فکر سے استاد کو متاثر کرتا ہے امیر کا مزاج تو خیر ابتدا ہی سے تصوف کی طرف مائل تھا چشتیہ صابریہ سلسلہ میں بیعت تھے امیر کے توسط سے حسن بریلوی کے تعلقات محسن کاکوروی سے ہوئے۔ حسن

---

(۳) حیاتِ مولانا احمد رضا خاں بریلوی محمد مسعود احمد ڈاکٹر ص ۱۵۲ مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۱

(۱) ۱۸۵۷ کے مجاہد شعرا ص ۳۰ مکتبہ شاہراہ اردو بازار دہلی ۱۹۵۹

بریلوی کے کلام میں رعایتِ لفظی اور مضمون آفرینی کے شاہکار نظر آتے ہیں اور داغ کی ابتذال آفریں فضا یکسر ناپید ہے۔ تو اس میں امیر اور محسن کاکوروی کے اثرات بھی شامل ہیں۔ صرف یہی نہیں محسن کاکوروی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے بے حد متاثر تھے۔ یہ دراصل عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ جذبہ تھا جو ان حضرات قدس کے پاکیزہ دلوں میں پیرزہا تھا۔

محسن کاکوروی نے ۱۸۹۳ء میں مثنوی "شفاعت و نجات" لکھی تو حسن بریلوی نے اس کی تاریخ کہی تھی۔

حسن اپنے محسن کی ہو کچھ ثنا جو احسان حسن طبیعت کا ہو
شفاعت کا لکھا ہے احوال خوب بیاں کیوں کر اس کی فصاحت کا ہو
دعائیہ تاریخ میں نے کہی اچھا ذریعہ شفاعت کا ہو(۱)

حسن کی نعت سے چند اشعار جن سے حسن کی نعت کی نمایاں صفات ابھر کر سامنے آتی ہیں۔

دشتِ ایمن میں مجھے خاک نظر آئے گا مجھ میں ہو کر نظر آتا نہیں جلوہ تیرا
چار اضداد کی کس طرح گرہ باندھی ہے ناخنِ عقل سے کھلتا نہیں عقدہ تیرا
سچ ہے انسان کو کچھ کھو کے ملا کرتا ہے آپ کو کھو کے تجھے پائے گا جویا تیرا

خارِ صحرائے نبی پاؤں سے کیا کام تجھے آمری جان مرے دل میں ہے رستہ تیرا
کیوں تمنا مری مایوس ہو اے ابرِ کرم سوکھے دھانوں کا مددگار ہے چھینٹا تیرا
ہائے! پھر خندۂ بے جا مرے لب پر آیا ہائے! پھر بھول گیا راتوں کا رونا تیرا

حسن نے ایک نعتیہ غزل (مسلسل) کہی ہے جس میں نظم کا انداز ہے مگر تغزل اور

(۱) ذوقِ نعت ص ۱۱۱ بار ششم یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ

غزل کی ردیف (کرتا) ماضی تمنائی حسن کی تمناؤں اور حسرتوں کا مسلسل اظہار ہے۔

آسمان گر ترے تلووں کا نظارا کرتا ۔۔۔ روز اِک چاند تصدّق میں اُتارا کرتا

طوفِ روضہ ہی پہ چکرائے تھے کچھ ناواقف ۔۔۔ میں تو آپ میں نہ تھا اور جو سجدہ کرتا

دھوم ذروں میں انا الشمس کی پڑ جاتی ہے ۔۔۔ جس طرف سے ہے گزر چاند ہمارا کرتا

آہ! کیا خوب تھا گر حاضرِ در ہوتا میں ۔۔۔ اُن کے سایہ کے تلے چین سے سویا کرتا

آنکھ اٹھتی تو میں جھنجھلا کے پلک سی لیتا ۔۔۔ دل بگڑتا تو میں گھبرا کے سنبھالا کرتا

اے حسنؔ قصدِ مدینہ نہیں رونا ہے یہی ۔۔۔ اور میں آپ سے کس بات کا شکوہ کرتا

اور آخر وہ دن بھی آگیا ۱۳۲۵ھ میں جب حسنؔ حج و زیارتِ حرمین الشرفین سے مشرف ہوئے۔

حُضُورِ کعبہ حاضر ہیں حرم کی خاک سر پر ہے ۔۔۔ بڑی سرکار میں پہنچے مقدر یاوری پر ہے

خدا کی شان یہ لب اور بوسہ سنگِ اسود کا ۔۔۔ ہمارا منّہ اور اس قابل عطائے ربِ اکبر ہے

حسنؔ حج کر لیا کعبہ سے آنکھوں نے ضیا پائی ۔۔۔ چلو دیکھیں وہ بستی جسکا رستہ دل کے اندر ہے

مولانا حسنؔ بریلوی نے قریب قریب تمام حُروفِ تہجی میں نعت کہی ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ ایسی کاوشیں کلام کے معیار کو مجروح کرتی ہیں۔ سنگلاخ زمینوں میں خوبصورت اور جاندار اشعار نکالنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ حسنؔ بریلوی نے اِن چٹیل میدانوں میں بھی آبِ شیریں کے چشمے بہادیے ہیں۔

"ردیف ثائے مثلثہ" میں "الغیاث" کو ردیف کا مرکز و محور بنایا گیا ہے اور اس نعت میں حُضُور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپائے مُبارک لکھا ہے تکرارِ الفاظ اور درد کی گیرائی ہے۔

حد سے گزریں درد کی بے دردیاں ۔۔۔ درد سے بے حد ہوں نالاں الغیاث

بے قراری چین لیتی ہی نہیں ۔۔۔ اے قرارِ بے قراراں الغیاث

اے شراکِ نعلِ پاکِ مصطفیٰ — زیرِ نشتر ہے رگِ جاں الغیاث

جیم تازی:

کیا مژدۂ جاں بخش سنائے گا قلم آج — کاغذ پہ جو سو ناز سے رکھتا ہے قدم آج

کس گل کی ہے آمد کہ خزاں دیدہ چمن میں — آتا ہے نظر نقشۂ گلزارِ ارم آج

بت خانوں میں وہ قہر کا کہرام پڑا ہے — مل مل کے گلے روتے ہیں کفار و صنم آج

ہائے حطی:

کیا کور دل کو نجدی تیرہ دلوں سے کام — تا حشر شام سے نہ ملے زینہار صبح

بس چل سکے تو شام سے پہلے سفر کرے — طیبہ کی حاضری کے لئے بے قرار صبح

سین مہملہ:

زخمِ دل پھول بنے آہ کی چلتی ہے نسیم — روز افزوں ہے بہارِ چمنستانِ قفس

اسی طرح دیگر ردیف میں کچھ شعر ملاحظہ ہوں:

ش: جناب مصطفیٰ ہوں جس سے ناخوش — نہیں ممکن کہ ہو اُس سے خدا خوش

ص: خدا کی خلق میں سب انبیاء خاص — گروہِ انبیاء میں مصطفیٰ خاص

نرالا حُسن انداز و ادا خاص — تجھے خاصوں میں حق نے کر لیا خاص

تری نعمت کے سائل خاص تا عام — تری رحمت کے طالب عام تا خاص

ض: عاجز نوازیوں پہ کرم ہے تُلا ہوا — وہ دل لگا کے سنتے ہیں ہر بے نوا کی عرض

قربان اُنکے نام کے بے اُنکے نام کے — مقبول ہو نہ خاص جناب خدا کی عرض

غرض اسی طرح ردیف وار دیوان کو مکمل کیا ہے اور معیاری اشعار نکالے ہیں۔ حسن بریلوی کی بعض معروف نعتوں کے مطلعے جو ملک کے طول و عرض میں پڑھی جاتی ہیں۔

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری — فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

دل دردسے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو — سینہ پہ تسلی کو ترا ہاتھ دھرا ہو

نگاہِ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں — لئے ہوئے یہ دلِ بے قرار ہم بھی ہیں

کون کہتا ہے کہ زینت خلد کی اچھی نہیں — لیکن اے دل فرقتِ کوئے نبی اچھی نہیں

طور نے تو خوب دیکھا جلوۂ شانِ جمال — اِس طرف بھی اِک نظر اے برقِ تابانِ جمال

سیرِ گلشن کون دیکھے دشتِ طیبہ چھوڑ کر — سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر

باغ جنت کے ہیں بہرِ مدح خوانِ اہلِ بیت — تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلِ بیت

مولانا حسن رضا خاں غزل گو شاعر اور نعت نگار ہی نہ تھے، بلکہ ایک ممتاز عالمِ دین بھی تھے وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے "قوتِ بازو" تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے نواب کلب علی خاں رام پور کے دربار میں جب مولانا عبدالحق خیر آبادی سے ملاقات ہوئی اور مولانا نے پوچھا کہ آپ کس فن میں تصنیف کرتے ہیں اعلیٰ حضرت نے جواب دیا مسائل دینیہ ورد وہابیہ۔ جب مولانا حسن رضا خاں ایک عقیدہ کا لباس پہنتے ہیں تو وہ بھی مسائل دینیہ اور وہابیہ میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اور اس طرح کئی ایک تصانیف ان کی سامنے آتی ہیں۔ ۱۔ نگارستانِ لطافت، ۲۔ آئینۂ قیامت، ۳۔ ترک مرتضوی، ۴۔ اثبات مسئلہ قربانی، ۵۔ دینِ حسن، ۶۔ وسائل بخشش، ۷۔ ذوقِ نعت، ۸۔ ثمر فصاحت، ۹۔ رد ندوہ، ۱۰۔ صمصام حسن (۱)

---

(۱) راجا رشید محمود، ماہنامہ نعت جنوری ۱۹۹۰ء لاہور

انیسویں صدی کا نصف آخر اور بیسویں صدی کا ربع اول علمی اور کلامی بحثوں کا دور ہے جس میں تقریری اور تحریری انداز میں جدید اور سائنسی خطوط پر مباحث کا آغاز ہوا۔ ایک طرف وہ شیفتگان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ جو قلب و جاں سے زیادہ حیات مبارکہ کے ہر لمحہ کو نگاہ میں رکھے ہوئے تھے اور دوسری جانب وہ علم زدہ افراد تھے جو مغرب کے علوم و فنون کے آگے سر جھکائے دانستہ و نادانستہ عیسائیت کی ہمنوائی کر رہے تھے۔ مذہب کو مغربی نظریات کے پیروں تلے ڈال دیا تھا جو بات عقل و فہم سے ورا ہے وہ مذہب میں نہیں۔

اہلِ ایمان کی عقیدت کا مرکزِ واحد تو ہمیشہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات رہی ہے سیرت نگارانِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہد سے لحد تک کے واقعات کو نہایت کاوش و تحقیق سے محفوظ کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں میلاد نامے 'معراج نامے' ہجرت نامے' وفات نامے غرض کئی طرح کے موضوعاتی سلسلے مستقل طور پر ہر عہد میں منظر عام پر آتے رہے۔ محبوں کی ان تحریروں میں دلوں کی دھڑکنیں ہیں۔ لیکن علم کم ہو اور عقیدت زیادہ ہو تو کہیں کہیں غیر مستند روایات بھی جگہ پا جاتی ہیں اس کا حل علمائے راسخین نے یہ نکالا کہ خود ان موضوعات پر قلم اُٹھایا اور قرآن و حدیث سے ماخوذ و مستنبط روایات و واقعات کو بیان کیا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے بہت سے رسالے ان موضوعات پر تحقیق کا نقطہ کمال پیش کرتے ہیں خاص طور پر فاضلِ بریلوی میلاد شریف پر زبردست وعظ فرمایا کرتے تھے مولانا ظفر الدین بہاری رقم طراز ہیں کہ دوسرا مجلس میلاد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو حضور کی طرف سے ہر سال ۱۲ ربیع الاول شریف کو دونوں وقت صبح آٹھ بجے اور شب کو بعد نماز عشاء حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب کے مکان میں کہ وہی آبائی مکان اعلیٰ حضرت کا ہے منعقد ہوتی تھی جس میں شہر بھر کے عمائد و معززین

(۱) سوانح حیات اعلیٰ حضرت ج اول (۱) ص ۹۶ مرکزی مجلس رضا لاہور

مطبوعہ دعوت نامہ کے ذریعہ مدعو ہوتے اور اس مجلس کا اہتمام اور وعظ کی اہمیت شہر بھر میں ایسی تھی کہ اُس تاریخ کو کسی دوسری جگہ اہتمام وانتظام کے ساتھ مجلس نہیں ہوتی تھی۔ جملہ شائقین یہیں آکر شریک ہوتے تھے۔(۱)

مولانا حسن رضا خان نے اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کے اس سلسلۂ مواعظ کو سامنے رکھتے ہوئے نگارستانِ لطافت کو ترتیب دیا۔ "نگارستانِ لطافت" بنیادی طور پر تو ایک میلاد نامہ ہے آخر میں معراج نامہ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے اس طرح میلاد و معراج پر حسن بریلوی کی یہ مُستند تالیف ہے برصغیر پاک و ہند میں بکثرت میلاد نامے اور معراج نامے تصنیف ہوئے ہیں یہاں تک کہ سرسید اور حالی نے بھی اپنے مخصوص نظریات کے تحت ان پر خامہ فرسائی کی ہے۔ حسن بریلوی سے قبل "مولود شہید" معروف تھا اور محفلوں میں پڑھا جاتا تھا۔ غلام امام شہید "مداحِ نبی" اور "عاشقِ رسول" کے مبارک القاب سے یاد کیے جاتے تھے۔ ان کے ایک ایک فقرے ایک ایک روایت ایک ایک شعر سے شہید کا عشق وولولہ، جوش وشوق سوز و درد مترشح ہے۔ سنا ہے جب شہید خود اس کو محفل میں پڑھتے تھے، عجب سماں بندھ جاتا تھا اکثر اہلِ محفل پر وفورِ رقت سے غشی طاری ہو جاتا تھا۔

"مولد شریف شہید میں حمد و نعت کے مقامات حقیقی، عالمانہ اور عربی و فارسی کے الفاظ و تراکیب سے معمور ہیں باقی مضمون سادہ عبارت میں ہے لیکن اس میں بھی عربی کے الفاظ بیساختہ قلم سے نکلتے ہیں الفاظ کی تقدیم و تاخیر کا وہی قدیم رنگ ہے۔"(۲)

مولود ناموں، معراج ناموں کا عمومی انداز یہ رہا ہے کہ تخلیق کار اسلوب کی اساسی نثر پر رکھا رہا ہوتا ہے لیکن موقع و محل کی مناسبت سے اشعار سے تحریر کو مزین کرتا جاتا ہے۔ مولانا حسن کی نگارستانِ لطافت کا بھی یہی عالم ہے۔ چالیس صفحات میں سے ۲۸ صفحات پر میلاد شریف کے مضامین اور ۱۲ صفحات معراج نامہ کے مخصوص کیے گئے ہیں۔

---

(۱) حامد حسن قادری، داستان تاریخ اردو ص ۲۲۹ لکشمی نرائن اگروال تاجر کتب آگرہ ۱۹۵۷ء عزیزی پریس آگرہ
(۲) اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی ص ۲۱ ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور

"نگارستان لطافت" پہلی بار ۱۳۰۲ کو طباعت سے آراستہ ہوئی۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور محسنؔ کاکوری نے قطعات تاریخ کہے ہیں۔ اختر شاہ جہانپوری لکھتے ہیں۔

"کتاب نگارستانِ لطافت" ۱۳۰۲ھ میں تالیف ہوئی جیسا کہ اس تاریخی نام سے خود عیاں ہے فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لیے دو تاریخی قطعے لکھے جو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔

یافت حسن حُسنِ تحسین ۔۔۔ از حسان در ذکر حسین
گفت رضا تاریخ چنیں ۔۔۔ نعت اشرف قبلہ دیں
۱۳۰۲ھ

دل و جانم حسنؔ گفت و دُر سفت ۔۔۔ بہ سلک مدحت میلادِ اقدس
شُنیدم نغمہ ی زد بُلبلِ خلد ۔۔۔ مبارک شادئی نعتِ مقدس (۲)
۱۳۰۲ھ

محسنؔ کاکوروی کا قطعہ تاریخ ان کے کلیات میں مندرج ہے۔

حسنؔ کز حسن طرزش طبع استاد ۔۔۔ بعنوان تخلص یوسفے گفت
زمین شعراء را عرشِ اعلیٰ ۔۔۔ سریر آرائے چرخ چارمی گفت
کلام پاک او را حضرت خضر ۔۔۔ مصفا تر ز آب زندگی گفت
بہ فیض فکر جانے در سخن ریخت ۔۔۔ سخن در ذکر میلادِ نبی گفت
نبی ہاشمی کاندر صفاتش ۔۔۔ خدائے پاک سبحان الذی گفت
برائے یادگار سال محسنؔ ۔۔۔ بہارستانِ نعتِ احمدی گفت (۱)
۱۳۰۲ھ

سرسید اور ارباب سرسید کے نثری کارنامے بڑے وقیع ہیں ان ارباب نثر اردو نے نثر کو اس قابل بنا دیا کہ ہر طرح کے مضامین اس میں ادا ہو سکتے تھے۔ جدید طرز تعلیم سے آشنا ان کتب سے بھرپور استفادہ کر رہے تھے۔ لیکن امکان غالب ہے کہ ان کی نثری کاوشیں حسنؔ رضا کے پیش نظر نہ رہی ہوں ایک تو مکتبہ سرسید کے مخصوص نظریات اور محفل

ادب برائے ادب جو ایک دینی پس منظر کے حامل شخص کے لئے ان کا مطالعہ شاید کوئی زیادہ سود مند بھی نہ ہوتا۔ ہم نے سر سید اور ارباب سر سید کی تصانیف کو ادب برائے ادب میں اس لئے شمار کیا ہے کہ ان کی افادیت صرف زبان و بیان کی ترقی تک محدود ہے ان سے زندگی کا کوئی ارفع مقصد ہاتھ نہیں آتا۔ ان کا مقصد اگر تھا تو اپنی ذات کی تشہیر اپنے اداروں کی توقیر بڑھانا تھا۔ انہیں اصل مقصود حیات سے کوئی دلچسپی نہ تھی بلکہ ان کی تصنیفات اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے برگشتگی کا باعث ہوئی ہیں اور آج کی نئی نسل کا راہِ راست سے دور ہو جانے کا سبب بھی شاید یہی ادب ہے۔ مولانا حسؔن رضا خاں بریلوی درسِ نظامی کے فارغ تھے۔ مقاماتِ حمیدی 'حریری' نظری ظہوری ان کے سامنے رہی تھیں۔ پھر اس عہد کا قریب تر فارسی اسلوب جو غالب کے ہاں بھی دکھائی دیتا ہے۔ شاعری سے قریب تر ہے۔ نگارستانِ لطافت میں حسؔن بریلوی کا اسلوب متنوع پیکر اختیار کرتا ہے ہر پیکر میں زندگی کا نورانی احساس 'اپنے مرکز سے شدید وابستگی نے لفظوں میں ایک جان ڈال دی ہے چھوٹے چھوٹے جملے اور لفظوں کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں 'لکھنے والے کی جذباتی کیفیت کی ترجمانی ہے۔ حسؔن نے نگارستانِ لطافت میں اپنے شعری وسائل کو خوب استعمال کیا ہے۔ صنائع بدائع کا التزام جا بجا نظر آتا ہے۔ بعض اوقات مسجع اور مقفّی ٹکڑے عبارت میں آتے ہیں تو شکوہ لفظی اور جلالِ معنوی دیکھنے کے قابل ہوتا ہے لیکن اگر یہی مسلسل در آتے ہیں تو وہ جوش خطابت تو پیدا کرتے ہیں تاثر میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور یہ قدیم اسلوب کا خاص رنگ ہے اکثر سادہ اور نثر عاری ہے مولانا حسؔن نے اپنے اسلوب کی انفرادیت میں اندرونی آہنگ کا بھی خاص خیال رکھا ہے۔ نثری اقتباسات کے درمیان شعر و غزل و مثنوی کے پاروں سے کام لیا ہے نثری اقتباس کا آخری جملہ گریز کا کام دیتا ہے اور پھر شعری اقتباس لطف و اہتزاز کا باعث بنتا ہے۔

معراج شریف کا بیان ایک مسدس سے شروع ہوتا ہے۔ مسدس کی زبان پر انیس

(۱) کلیات محسن ص ۲۰۹-۲۲۸ اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ ۱۹۸۴

کی زبان کا گمان ہوتا ہے۔ تشبیہات و استعارات کی جمال افروزی، الفاظ کی بندش نگینے جڑے ہوئے، سادگی، سلاست اپنے عروج پر، غرض حسن کی شاعری اپنے حسن کمال پر ہے۔

اس شان اس ادا سے ثنائے رسول ہو — ہر شعر شاخِ گل ہو تو ہر لفظ پھول ہو
حضار پر سحاب کرم کا نزول ہو — سرکار میں یہ نذرِ محقر قبول ہو
ایسی تعلیوں سے ہو معراج کا بیان
سب حاملانِ عرش سنیں آج کا بیان

معراج کی یہ رات ہے رحمت کی رات ہے — فرحت کی آج شام ہے عشرت کی رات ہے
ہم تیرہ اختروں کی شفاعت کی رات ہے — اعزاز ماہ طیبہ کی رویت کی رات ہے
پھیلا ہوا ہے سرمۂ تسخیر چرخ پر
یا زلف کھولے پھرتی ہیں حوریں اِدھر اُدھر

اس رات میں نہیں یہ اندھیرا جھکا ہوا — کوئی گلیم پوش مراقب ہے با خدا
مشکیں لباس یا کوئی محبوب دلربا — یا آہوئے سیاہ یہ چرتے ہیں جا بجا
ابرِ سیاہ مست اٹھا حال وجد میں
لیلیٰ نے بال کھولے ہیں صحرائے نجد میں

ہر سمت سے بہار نوا خانیوں میں ہے — نیسان جود رب گہر افشانیوں میں ہے
چشم کلیم جلوہ کے قربانیوں میں ہے — غُل آمدِ حضور کا روحانیوں میں ہے
اِک دھوم ہے حبیب کو مہماں بلاتے ہیں
بہرِ براق خلد کو جبریل جاتے ہیں

میلاد شریف کے باب میں حسن بریلوی نے مثنوی کی ہیئت بھی استعمال کی ہے۔ بحر محسن کاکوروی کی صبح تجلی کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب اور خواب سے بیداری کی کیفیت کو اجاگر کیا ہے۔

آرام میں ہے وہ ماہ پیکر — ہے ایک حریر سبز بستر

وہ آن کہ جس پہ جان صدقے ۔۔۔ وہ شکل کہ دو جہان صدقے
عطر ارواح قدس کھچ کر ۔۔۔ مخلوق ہوا وہ جسم اطہر
رنگ گلزار مصطفائی ۔۔۔ آئینۂ ذات کبریائی
مصباح مدینۂ کرامت ۔۔۔ مفتاح خزینۂ کرامت
آخر نہ رہا قرار دم بھر ۔۔۔ آغوش میں لے لیا اٹھا کر
ناگاہ کھلی حضور کی آنکھ ۔۔۔ وہ عینِ کرم' وہ نور کی آنکھ
دیکھا جو مجھے کیا تبسم ۔۔۔ جانِ دل و خوشنما تبسم

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے درست ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے حسن کو نعت گوئی کے اصول بتا دیے ہیں۔ اور یہ بات نگارستانِ لطافت کی نظم اور نثر کے بغور مطالعہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے۔ مولانا حسن نے تشبیہات و استعارات' تراکیب و صنائع میں حسنِ انتخاب کا پورا پورا خیال رکھا ہے الفاظ کا چناؤ بتاتا ہے کہ مصنف اور شاعر کو شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے انحکار کا گہرا شعور ہے اور اسے بہر حال نگاہ میں رکھا ہے۔

نگارستانِ لطافت کا آغاز حمد و ثنائے کبریا سے ہوتا ہے۔ پہلے دس صفحات حمد و نعت اور افتتاحیہ پر مشتمل ہیں افتتاحیہ میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ قدسیہ ضبط تحریر میں آئی ہیں' وہاں عقائدِ اہل سنت سے منحرفین' رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے برگشتگان کی بھی خبر لی ہے۔ انہیں راہ راست دکھانے کی سعی مسعود کی ہے اور اس بارے میں قرآن و حدیث سے استنباط کیا ہے۔

آخر میں نگارستانِ لطافت کے چند ایک اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

اور ہم بیکسوں' گناہ گاروں' معصیت کوشوں' خطاکاروں' عصیاں پناہوں' پریشاں روزگاروں کو وہ نبی رحمۃ للعالمین' خاتم النبیین' باعثِ ایجاد عالم' شافعِ روزِ محشر' ساقیِ کوثر' رہبرِ رہبراں' ہادیِ گمرہاں' جان کی جان' ایمان کا ایمان' ٹوٹے دلوں کا سہارا' ناامیدوں کی امید' بے یاروں کا یار' بے مددگاروں کا مددگار' بے مونسوں کا مونس' یتیموں کا

وارث' غریبوں کا جائے پناہ' کونین کا بادشاہ' اسیروں کا آسرا' بے ٹھکانوں کا ٹھکانا' ہر درد کا درماں' ہر دکھ کا علاج' زندانیوں کا عقدہ کشا' محتاجوں کا حاجت روا' بے کلوں کی کل' بیقراروں کا چین' بے چینوں کا قرار' مظلوم کا۔ فریادرس' بے بس کا بس' گمراہوں کا رہنما' راہنماؤں کا پیشوا' داد کا دینے والا' فریاد کا سننے والا عطا کیا۔"

"منکر کان کھول کر سن لے جو اس تاجدار لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ کی قدر نہ جانے مزہ سے آئے اور ابلیس پر تبلیس کا شریکِ حال ہو۔ اس پر اللہ کیا رحمت کرے' جو اس کے محبوب کی تعظیم سے جلے' اس جناب کو مملکتِ الٰہی کا دولہا نہ جانے اور اولین و آخرین سے افضل و اعلیٰ' اور سرِ وجود واصلِ مقصود' خلیفۂ مطلق و مختارِ کل نہ مانے ہاں سن لو جس کا دل ان کی تعظیم سے جلتا ہے۔ اللہ اس دل کو ہمیشہ جلتا رکھے۔"

"شبِ ولادت عرش جھوما' ستارے زمین کی طرف مائل' گھر گھر شادی کی رسوم' ہر طرف مبارکباد کی دھوم' شورِ مرحبا سے کان پڑی آواز نہ سنائی دی بُشریٰ لکم کی صدائیں بلند' در و دیوار پر بہاریں لوٹیں' خزاں و شیطان عقید' نسیم بہار چلی' شاخ شاخ سے گلے ملی' فاختہ شور کو کو چھوڑ کر منتظر لقا۔ بلبلِ ناشاد کے دن پھرے' گل فرطِ مسرت سے پھولے نہ سمائے' کلیوں کی چٹک سے صَلَاۃُ اللہِ وَ سَلَامُہٗ عَلَیْکَ کی آواز آئی سرو آزاد منتظر نرگس کو پلک مارنا دشوار' سحابِ رحمت اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی ھٰذَا النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ کہتا گھر آیا۔ بوندیاں شوقِ دیدار میں درود پڑھتی اتریں بجلیوں نے سورۂ نور وردِ زبان کی"

"سبحان اللہ سمک سے سماک تک' ایک غلغلہ شادمانی و طنطنہ کامرانی بلند' ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ اپنی قسمت پر شاداں و خورسند' زمین آسمان کے حضور سر جھکائے کہ آج تو جلوہ گاہ شاہی ہے۔ آسمان زمین کے قربان کہ تیرے گھر سے یہ دولت پائی ہے۔ زمین آسمان پر پاؤں نہیں دھرتی۔ آسمان کی چوٹی عرش سے باتیں کرتی۔"

"مداح کو جنت' جنت کو امت' امت کو شفاعت' شفاعت کو وجاہت' فقیروں کو ثروت' ذلیلوں کو عزت' ضعیفوں کو قوت' حزینوں کو عشرت' آنکھوں کو نور' دل کو سرور

مجھ جیسے بے دست وپا کو لطفِ حضور"۔(۱)

حامد حسن قادری نے داستانِ نثر اردو لکھی لیکن خاندانِ رضا کا کوئی فرد اس تاریخ کا حصہ نہ بن سکا اور دوسرے بیسیوں افراد وہ ہیں جو مغرب و مشرق سے لئے گئے ہیں جن کی ایک آدھ کتاب منظرِ عام پر آئی اور قادری نے انہیں بھی شاملِ کتاب کر لیا کیا اعلیٰ حضرت اور ان کے خاندان کا یہ قصور ہے کہ وہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت، محبت، اُمتِ مصطفوی کو صراطِ مستقیم پر استقلال قائم رکھنے کی مساعی اور جدوجہد کے علمبردار تھے انہوں نے عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جوت اُمتِ مسلمہ کے دلوں میں جگائے رکھی اور یہ ایک عظیم کارنامہ ہے جو کسی صورت فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ محض ادب اردو کو ہی لیجئے تو نظم و نثر اردو کے دامن کو جس قدر مالا مال 'خاندانِ رضا' نے کیا ہے کوئی اور اس کا حریف نہیں ہو سکتا اور محض اس بنا پر انہیں تاریخ بدر کر دیا جائے کہ وہ اہلِ سُنّت وجماعت کے امام ورہنما ہیں اور ایک عظیم ملت کے محبوب مقتدا ہیں۔

یہ اعلیٰ حضرت اور ان کے خاندان کی قربانیاں ہیں کہ مولانا نقی علی خاں قدس سرہ سے لے کر اعلیٰ حضرت اور ان کے اخلاف تک سبھی نے مذہب وسیاست کو ایک راست قدم پر برپا رکھا اور جب تک ان کے اثرات زندہ ہیں اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی سازش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ شرط یہ ہے کہ اہلِ سُنّت و جماعت کو خود پر نظر کرنا ہوگا یہ چھوٹے چھوٹے گروہوں سے بالاتر ہو کر مرکز کو مستحکم کرنا ہوگا۔

تھکا ماندہ وہ ہے جو پاؤں توڑ کر بیٹھا
وہی پہنچا ہوا ٹھہرا جو پہنچا کوئے جاناں میں

(حسن بریلوی قدس سرہ)

---

(۱) نگارستان لطافت، میونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ۔

نگارستانِ لطافت کا تعارف

(از حُجۃُ الاسلام علامہ مولانا حامد رضا خان قادری قدس سرہٗ)

چمن مدحت سرائے مصطفوی کا عندلیب ' نغمہ سرا گلشنِ نعتِ احمدی کا بُلبُلِ خوشنوا ' محب و محبوب جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راز و نیاز کی بولتی چالتی تصویر ' صحت روایات ' صدق حکایات ' حلاوت بیان ' سلاست زبان ' میں آپ ہی اپنا نظیر جس کو عم مکرم معظم و محترم شیریں بیان جناب مولانا مولوی حسؔن رضا خاں صاحب حسن صعین عن المحن نے تصنیف فرمایا اور نظرِ فیضِ اثر ' شمعِ بزمِ ہدایت ' آئینہ ماہِ رسالت ' حکیم امت ' حضرت عالمِ اہلِ سنّت استاذنا و والدماجدنا و مقتدانا و ہادینا جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مابرح المواہب سے نور پا کر ۱۳۰۱ھ میں ایک ہزار جلد چھپ کر شائع ہوا اور بفضلہ تعالیٰ قبول قبول کے سرد جھوکوں کے ساتھ خوشبو کی طرح پھیل کر دماغوں میں بسا ' دلوں میں سرور ' آنکھوں میں نور ہو کر اترا ' عزت کے ہاتھوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا ' حتیٰ کہ ایک سال میں ایک نسخہ بھی باقی نہ بچا۔ مسودہ تک بعض احباب نے چھین لیا اور مشتاق نگاہوں کا انتظار ' آرزومند دلوں کا اضطرار ' فرمائشوں اور فرمائشیوں کا تار ' روز افزوں ترقی پر ترقی کرتا رہا ' میرے معزز کرم فرما حافظ محمد ارشاد علی صاحب مہتمم مطبع اہلِ سُنّت نے مجھے اس خدمت عجاب ہم خرما و ہم ثواب کے پورا کرنے پر اُبھارا۔ حضرت عم مکرم نے تھوڑی ترمیم کے بعد کچھ اپنا کلام اور زائد فرمایا ' میں نے بہ نیت معاونت " مطبع اہلسنّت و جماعت

بریلی بقلم جلی دبیز کاغذ پر گلکاری وغیرہ اہتمام کے ساتھ بحسن انتظام چھپوانا شروع کیا اب کہ یہ مبارک رسالہ قریب اختتام ہے مدح خوانی کے عاشقوں' نعت سرائی کے شیدائیوں کو صلائے عام ہے کہ سہل انگاری کو کام میں نہ لائیں۔ فرمائشیں حتی الامکان جلد آئیں پہلے کی طرح کہیں اس دفعہ بھی محروم نہ رہ جائیں۔

ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ

(محرم الحرام' ش' ۲' ج ۳)

استاذِ زمن اعلیٰ حضرت کی نظر میں

(نبیرہ استاذِ زمن حضرت مولانا حبیب رضا خاں بریلوی)

میرے جدِ امجد حضرت مولانا حسنؔ رضا خاں صاحب حسنؔ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکات محتاج تعارف نہیں۔ انہوں نے اپنے کلامِ بلاغت نظام کی وجہ سے ہندوپاک میں امتیازی شہرت حاصل کی۔ ان کی تصنیفات نظم ونثر زبان وبیان کے اعتبار سے بہت بلند پایہ ہیں۔ نیز شرعی لغزشوں سے پاک وصاف ہیں۔ ماہرینِ فن نے ان کے کلام کی تحسین فرمائی۔ اِن کے برادرِ اکبر (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان) جو کہ امامُ العلما بھی ہیں اور سلطانُ الشعرا بھی کس طرح داد تحسین دیتے ہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت کے فارسی اشعار سے ظاہر ہے جو کہ ذوقِ نعت کی طباعت اول کے وقت شاملِ کتاب کیے گئے تھے۔ اِن اشعار میں ذوقِ نعت کی تعریف بھی ہے اور اس کی طباعت کی تاریخ بھی۔ نیز حضرت علامہ حسنؔ رضا خاں علیہ الرحمۃ کی مختصر اور جامع تحسین۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

قوت بازوے من سنی نجدی فگن
حاج و زائر حسن سلمہ ذوالمنن
شرع ز شعر ش عیاں عرش مجیش نہاں
سنیاں را حرزِ جاں نجدیاں را سر شکن
نعت چہ رنگیں نوشت شعر خوش آئیں نوشت
شعر مگو دیں نوشت دور ز ہر ریب و ظن

قلقل ایں تازہ جوش بادہ ہنگام نوش
نور فشاند بگوش شہد چکاں در دہن
کلکِ رضا سالِ طبع گفت بہ افضالِ طبع
زانکہ ز اقوالِ طبع کلک بود نغمہ زن

اس کے بعد سات شعر ہیں جن میں ہر شعر سے سنِ طباعت نکلتی ہے ان میں آخر کے تین شعر یہ ہیں۔

نعت حسن آمدہ نعتِ حسن
۱۳۲۶ھ
حسن رضا باد بزیں سلام
۱۳۲۶ھ
ان من الذوق لسحر ہمہ
۱۳۲۶ھ

ان من الشعر لحکمۃ تمام
۱۳۲۶ھ
کلکِ رضا داد چناں سال آں
۱۳۲۶ھ
یافت قبول از شہ راس الانام

یہ دیوان اس وقت سے اب تک متعدد بار چھپ چکا ہے لیکن اس کی خُداداد قبولیت میں کمی نہیں آئی۔ ملفوظات شریف میں ہے کسی نے اعلیٰ حضرت سے عرض کیا کہ واقعاتِ کربلا پر ایسی کتاب بتائیں جس میں صحیح روایات ہوں تو اعلیٰ حضرت نے مولانا حسن رضا خاں صاحب کی تصنیف کردہ کتاب آئینہ قیامت کا نام لیا اور فرمایا کہ میرے بھائی کی کتاب آئینہ قیامت میں صحیح روایات ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی اس تحسین نے کتاب کی اہمیت میں غیر معمولی اضافہ کر دیا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی شَفِیۡعِ الۡمُذۡنِبِیۡنَ رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِیۡنَ وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّاهِرِیۡنَ وَصَحۡبِهِ الطَّیِّبِیۡنَ وَعَلَیۡنَا مَعَهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ بِرَحۡمَتِكَ یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ ۝

غزل در حمدِ باری تعالیٰ جَلّ شانہ الاعلیٰ

ہے پاک رُتبہ فکر سے اُس بے نیاز کا — یاں دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا

شہ رگ سے کیوں وصال ہے آنکھوں سے کیوں حجاب — کیا کام اِس جگہ خردِ ہرزہ تاز کا

لب بند اور دل میں وہ جلوے بھرے ہوئے — اللہ رے جگر ترے آگاہِ راز کا

غش آ گیا کلیم سے مُشتاقِ دید کو — جلوہ بھی بے نیاز ہے اُس بے نیاز کا

ہر شے سے ہیں عیاں مرے صانع کی صنعتیں — عالم سب آئنوں میں ہے آئینہ ساز کا

افلاک و ارض سب ترے فرماں پذیر ہیں — حاکم ہے تو جہاں کے نشیب و فراز کا

اِس بیکسی میں دل کو مرے ٹیک لگ گئی — شُہرہ سُنا جو رحمتِ بے کس نواز کا

مانندِ شمع تیری طرف لو لگی رہے — دے لُطف میری جان کو سوز و گداز کا

تو بے حساب بخش کہ ہیں بے شُمار جُرم — دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجاز کا

بندے پہ تیرے نفسِ لعیں ہو گیا محیط — اللہ کر علاج مرے حرص و آز کا

کیونکر نہ میرے کام بنیں غیب سے حسنؔ
بندہ بھی ہوں تو کیسے بڑے کار ساز کا

حمد کی جان اس مخلدمدِ چمنستانِ کونین پر قربان جس نے گلشنِ عالم کو گلہائے رنگارنگ عنایت فرما کر چمن چمن سیراب و شاداب کیا۔ سروِ آزاد اُسی کی محبت میں گرفتار، گُل کا اُسی کی جُدائی میں گریبان تار تار، بلبل اُسی کی جستجو میں شاخ شاخ ڈالی ڈالی متوالی پھرتی ہے، قمری نے اُسی کی محبت کا طوق اپنے گلے میں ڈالا۔ فاختہ اُسی کی یاد میں کوبکو کو کرتی ہے جہاں دیکھو جلوۂ ظہور کا نیا رنگ نرالا ڈھنگ ہے تدر و ومالہ کے عشق کی کہاں دھوم نہیں پروانہ و شمع کا معاملہ کسے معلوم نہیں بیماروں کی شفا اسیروں کی رہائی ہماری لاج اُسی کے ہاتھ ہے۔ مالک ہے مختار ہے جسے جو چاہے دے جس سے جو چاہے چھین لے۔ کسی کو اُس کی سرکار میں مجالِ دم زدن نہیں۔ جس نے جو پایا یہیں سے پایا۔ جسے جو ملا یہیں سے ملا۔ گوہر کو آب آب کو تاب شاخ کو گُل گُل کو رنگ و بو آسمان کو مہر و ماہ۔ مہر و ماہ کو ضو اور انسانِ ضعیفُ البنیان کو خلعت لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ اور تشریف لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ اسی سرکار کا عطیہ ہے۔ خضر و الیاس علیہ السلام کو عمرِ جاوید بخشی۔ نارِ نمرود اپنے خلیل پر گلزار کی۔ کلیم کو یدِ بیضا دیا۔ مسیح کو لبِ جاں بخش عنایت ہوا۔ یوسف کو وہ حُسنِ جانفزا ملا کہ جس کا بیان تابِ تحریر و یارائے تقریر سے باہر ہے اور ہم بیکسوں گناہگاروں معصیت کوشوں خطاکاروں عصیاں پناہوں پریشاں روزگاروں کو وہ نبی رحمۃ للعالمین خاتم النبیین باعثِ ایجادِ عالم شافعِ روزِ محشر ساقیٔ کوثر رہبرِ رہبراں ہادیٔ گمرہاں جان کی جان ایمان کا ایمان ٹوٹے دلوں کا سہارا ناامیدوں کی اُمید بے یاروں کا یار بے مددگاروں کا مددگار بے مونسوں کا مونس یتیموں کا وارث غریبوں کا جائے پناہ کونین کا بادشاہ اسیروں کا آسرا بے ٹھکانوں کا ٹھکانہ ہر درد کا درماں ہر دکھ کا علاج زندانیوں کا عقدہ کشا محتاجوں کا حاجت روا بے کلوں کی کل بیقراروں کا چین بے چینوں کا قرار مظلوم کا فریاد رس بے بس کا بس گمراہوں کا رہنما ہم راہوں کا پیشوا داد کا دینے والا فریاد کا سننے والا عطا کیا جس نے ہماری ڈوبتی کشتیوں کو کنارے لگایا بیٹھے دلوں کو اپنی حمایت کے زور سے اُٹھایا گدایانِ اُمت نے جو

مانگا دیا دونوں عالم کا بوجھ اپنے ذمہ لیا بادشاہانِ دہر اُس کی نظرِ عنایت کے محتاج خُسروانِ
عالم اُن کے گدائے پاشکستہ کے دستِ نگر جو سر ہے وہ اُن کی طرف جھکا ہوا جو ہاتھ ہے وہ
اُن کی طرف پھیلا ہوا خدا کے پیارے ہیں دونوں عالم کے تاجدار مشکلیں آسان کرنا اُن کا
رات دن کا کام ہے دلوں کے ارادوں پر انہیں اطلاع مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کے عالم محبوب
ایسے کہ جو ہو گیا' جو ہو گا' جو ہو رہا ہے انہیں کی مرضی پر ہوا انہیں کی مرضی پر ہو رہا ہے۔
انہیں کی مرضی پر ہو گا۔ ریگستان میں کونسا ذرہ ہے جس پر اس آفتابِ بنی ہاشم کی نظر نہیں
نخلستان میں کونسا پتا کھڑکا جس کی اِس گلِ زیبا کو خبر نہیں دینے والے نے اپنے خزانوں کی
کُنجیاں دیکر اِنہیں اجازت دے دی کہ جسے چاہو دو عالم کا انتظام ان کے دامن سے وابستہ
ممکن نہیں کہ بے ان کے حکم کے کسی کو کچھ مل سکے سخی ایسے کہ خزانوں کے مُنہ کھول
دیئے ہیں۔ جب جب دیکھو سرکار میں اہلِ حاجت کا ہجوم جود و عطا کی دھوم ہے۔ آٹھ پہر

لنگر جاری ہے جو ہے ان کے در کا بھکاری ہے ان کے مراتب کا اظہار غیر ممکن ان کے
مناسب کا انحصار محال ہاں ایک دن آنے والا ہے کہ ان کی شانِ ارفع و اعلیٰ کے دیدار سے
محبوں کو شادمانی منکروں کو پشیمانی حاصل ہو۔ منکر کان کھول کر سن لے جو اس تاجدارِ
لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا کی قدر نہ جانے جزء سے آئے اور ابلیس پر تلبیس کا شریکِ حال
ہو اس پر اللہ کیا رحمت کرے جو اُس کے محبوب کی تعظیم سے جلے اِس جناب کو تمام مملکتِ
الٰہی کا دُولہا نہ جانے اور اولین و آخرین سے افضل و اعلیٰ اور سرِّ وجود و اصلِ مقصود خلیفۂ
مطلق و مختارِ کُل نہ مانے ہاں سُن لو جس کا دل ان کی تعظیم سے جلتا ہے اللہ اُس دل کو ہمیشہ
جلتا رکھے خاک میں ملا ان سے دشمنی رکھنے والے تیرا غیظ تجھی کو کھائے گا تیرا غضب تیرا
غضب کیا خدائے قہار کا غضب تجھ پر ٹوٹے گا بلکہ در حقیقت تو اس وقت بھی قہرِ الٰہی میں
گرفتار ہے جو ایسے پیارے آقائے نعمت کی طرف سے تیرے دلِ ناپاک میں بخار ہے دیکھ
اس مرض صعب کا مداوا کر ورنہ لاعلاج ہو کر تجھ کو معرضِ ہلاکت میں ڈالے گا اور نادان تو یہ

جانتا ہے کہ تیری ہرزہ گوئی سے اس شان رفیع میں کوئی کمی پیدا ہو۔ او دیوانے عقل و ہوش
سے بیگانے آسمان کا تھوکا منہ میں آتا ہے چاند پر خاک ڈالنا اپنے ہاتھوں اپنی آنکھوں میں
خاک بھرنا ہے اور اپنے واسطے اس کے انوار میں کمی کرنا معقول ہے کہ چاند نکلتا دیکھ کر
سگانِ بے تمیز بھونکنے لگتے ہیں ان کی صورت کریہہ چاند کو کیا مضرت پہنچا سکتی ہے اپنا ہی
مغز کھاتے ہیں۔

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند
ہر کسے بر خلقتِ خود می تند

قرآن مسلمان کا ایمان ہے دیکھ کیا کچھ فضائل ہمارے بادشاہ اسلام پناہ کے ظاہر کر
رہا ہے اگر تو لیاقت نہیں رکھتا تو اتنا ہی سمجھ لے کہ جن پر قرآن نازل ہوا اُن کا مرتبہ درگاہ
احدیت میں کس قدر وجاہت رکھتا ہوگا۔ اگر اب بھی تیرے دل کو وہی خیالاتِ فاسدہ
ورطۂ ضلالت میں ڈالے ہوئے ہیں تو اس دنیا کی آگ میں جل جل کر مشق پیدا کر تجھ کو
(عزوجل)
ہمیشہ ہمیشہ اُس آگ میں رہنا ہوگا۔ جس سے اللہ نے چاہا تو ہم سراپا معصیت ان کے
قدموں پر مچل مچل کر نجات پائیں گے۔ بندۂ خدا شیطان کی بیعت توڑ جہنم کی راہ سے منہ
موڑ تیرا بُرا عقیدہ تجھی کو لے ڈوبے گا اور اُنہیں کے خدا کی قسم اُنہیں کچھ نقصان نہ پہنچے گا
اُن کی شان کی ارجمندی اُن کے ذکر کی بلندی وہ چاہتا ہے جو اُن کا اور تمام جہان کا مالک و
مولیٰ ہے۔ اُس سے لڑائی ٹھانے کب بنے۔ تجھ سے ہزاروں خاک کا پیوند ہوگئے اور اُن کا
ڈنکا ہفتِ آسمان و تمام روئے زمین میں بجتا رہا اور ہمیشہ اُسی آفتابِ رسالت کا دور دورہ
ہے۔ اور اپنی آتشِ غیظ میں جلنے والے ابھی کیا جلتا ہے تجھے مبارک ہو ہوئے جلنے کی جس
سے بڑھ کر کوئی جلنا نہیں۔ وہ وقت قریب آنے والا ہے کہ اُنہیں ہزاروں زیب و زینت
کے ساتھ عرشِ خدا کی طرف یوں لے چلیں گے جیسے بلا تشبیہ دلہن کو دولہا کی طرف
لے جاتے ہیں ملائکہ ہفت آسمان سواری کے گرد و پیش کافۂ انبیاء و مرسلین زیرِ نشان

اولین و آخرین اُن کا مُنہ تکیں گے اگلوں پچھلوں میں اُن کے مرتبہ کی دھوم پڑ جائے گی موافق مخالف اُنہیں کا دم بھرتے ہوں گے، بزمِ شفاعت کا انہیں دولہا بنائیں گے گلو خلاصی سیہ کاران کا سہرا انہیں کے سر رہے گا۔ سب خدا کی رضا چاہتے ہوں گے اور خدا محمد کی رضا صلی اللہ علیہ وسلم۔

وہ قیامت کا دن بے شک قیامت کا دن ہے آفتاب جو پیٹھ کیے ہے اُس دن ادھر منہ کرے گا اب ہزاروں برس کی راہ پر ہے اُس دن سروں پر ہوگا شدتِ تشنگی سے زبانیں باہر نکل پڑیں گی سایہ کہیں ڈھونڈے نہ ملے گا انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہنگامہ نفسی نفسی گرم ہوگا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس بادشاہ جلیل کو شانِ جلال پسند آئے گی اُس دن جو عزت اُنہیں بارگاہِ احدیت میں دی جائے گی اُس کی قدر وہ جانیں یا اُن کا خدا۔ رحمان جارک وتعالیٰ انہیں عرش کے داہنی طرف مقام بخشے گا یا اپنے ساتھ تختِ عزت پر بٹھائے گا اور وہ جلوس و مجلس سے پاک و منزہ ہے۔ آدم و عالم اُن کے زیرِ نشان ہوں گے کنجیاں خزانۂ رحمت و ابوابِ جنت کی اُن کے ہاتھ میں دیں گے جسے چاہیں گے عزت بخشیں گے کرامت دیں گے اولین و آخرین اُن کے قدموں پر لوٹتے ہوں گے صفوفِ موقف میں اُن کے عز و جاہ کی ایک دھوم پڑ جائے گی اُس کنارے سے اِس کنارے تک غلغلۂ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آسمان گونجتے ہوں گے کان پڑی آواز نہ سنائی دے گی گوہرِ مکنون کی مانند ہزار خدام گل اندام زریں کمر خدمتِ اقدس میں دوڑتے ہوں گے تمام کارکنان بارگاہِ صمدیت موکلانِ عذاب و ملائکۂ رحمت اشارۂ ابرو پر چلیں گے جہان و جہانیاں دم بخود خاموش بادۂ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى سے مدہوش اور حضور تاج شفاعت بر سر حلہ کرامت در بر مقام تقرب میں بار پاکر سجدہ فرمائیں گے رب عزت بکمالِ رحمت اُن سے ارشاد فرمائے گا یا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ اے محمد اپنا سر اٹھاؤ اور کہو کہ تمہاری بات سنی جائے گی اور مانگو کہ

تمھیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہو گی اور اُمتیں غایت خوف و خطر سے کس نازک حالت میں ہوں گی اور اُن کی اُمتِ مرحومہ کرم و رحمت کے دامن میں چھپن کرے گی۔ غرض جو اُنہیں اُس دن ملے گا کسی کو ملا نہ ملے پھر اُس عظمت و جاہ و جلال پر جو تشویش اُن کے قلبِ نازک پر ہو گی اگر ایک ذرہ اُس کا آسمانوں پر رکھا جائے پاش پاش ہو جائیں ایک شمہ اُسکا پہاڑوں کو بتایا جائے ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل جائیں قربان اُن بازوؤں کی ہمت پر جو یہ بوجھ اُٹھانے کے قابل ہیں۔

اے عزیز غور کا مقام ہے ایک اکیلی جان اور جہان بھر کا سامان خود محض بے خطا اپنا غم نہ اندیشہ اور جنہیں اپنی اپنی فکر ہونا چاہیے وہ سب ایسے ہوش و حواس باختہ کہ بات منہ سے نکلتی نہیں نگاہ اوپر اُٹھتی نہیں اور اگر کچھ فکر کریں بھی تو کیا کر سکتے ہیں اتنا کوئی نہیں جو گرتوں کو اُٹھائے پیاس سے دم نکلتا ہے ایک قطرہ حلق میں ٹپکائے۔ باپ بیٹے سے بھاگتا ہے بیٹا باپ کو نہیں پہچانتا جن سے کچھ اُمید تھی وہ سب جواب دے چکے ہاتھ پاؤں چھوٹ گئے ٹوٹی ہوئی کمریں اور اوپر سے گناہوں کا بوجھ۔ گرے تو اُٹھا نہیں جاتا پھسلے تو سنبھلا کیسا اب سب کا بار اُن پر آ پڑا پھر ایک ہو تو بس ہوں ہزار ہوں لاکھ ہوں کچھ گنتی نہ شمار وہ گنجان ہجوم کہ پنڈلی سے پنڈلی شانہ سے شانہ چھلتا ہے لاکھوں منزل کے گرد پھیلا ہوا کہ ہزار بار نظر اُٹھے اور تھک رہے ہر گز کام نہ کر سکے۔ پھر اِس سرے سے اُس سرے تک داد ہے فریاد ہے ارے کمر ٹوٹ گئی ہائے! غضب ٹوٹ پڑا واویلا کیسی کروں واحسرتا کیونکر اٹھوں میرے مولیٰ میں مرتا آقا میرا دم چلا پیارے کلیجہ نکل گیا میں قربان کدھر ہو للہ جلد خبر لو جان لب پر آئی ہے تاج والے کی دوہائی ہے اس کے سوا کوئی آواز نہیں اب کس کس کی سنیں کدھر کدھر جائیں کیا کیا کریں کیونکر سب کے زخم دل پر مرہم دھریں لاکھوں کو وزنِ اعمال کے لئے لائے ہیں میزان کھڑی کی ہے نامۂ اعمال کھولے جاتے ہیں آہ ہنگامہ دار و گیر گرم ہے ہزاروں کو اُس تیز تلوار پر چلانے لے چلے ہیں جس کے نیچے

کمزوروں منزل تک آگ کی لپٹیں نکلتیں محلوں برابر چنگاریاں اڑتیں پاؤں ڈگمگا رہے ہیں
گرے تو کہیں پتا نہیں اور سہارا دیں تو یہی اور نہ کوئی خبر گیراں نہ پُرسانِ حال پریشان جو پار
اتر گئے ان کا پیاس سے برا حال ہے پانی پلائیں تو یہی پلائیں اُدھر نہیں جاتے تو خدا جانے
آفت رسیدوں پر کیا گزرے کونسا پلہ بھاری ٹھہرے۔ادھر نہ آئیں تو یہ بے کس بے یار
برباد ہو گئے ٹھکانا نہ لگا رہا ایک ان کا دم اور جہان بھر کی خبر گیری۔ اتنا عظیم اژدحام اور اس
قدر مختلف کام اور اس درجہ فاصلوں پر مقام اور انہیں کے خدا کی قسم انہیں ایک ایک اس
سے زیادہ پیارا جیسے ماں کو اکلوتا بچہ۔ وہ پُر ہجوم آلام زبان پر خدا کا نام' آنکھوں سے اشک
رواں ہر طرف بیتابانہ دواں ادھر گرتے کو سنبھالا ڈوبتے کو نکالا یہاں روتے کے آنسو
پونچھے وہاں جلتے کو بجھایا۔

تمہارا نام مصیبت میں جب لیا ہو گا	ہمارا بگڑا ہوا کام بن گیا ہو گا
گناہگار پہ جب لطف آپ کا ہو گا	کیا بغیر کیا بے کیا کیا ہو گا
خدا کا فضل ہوا ہو گا دستگیر ضرور	جو گرتے گرتے ترا نام لے لیا ہو گا
دکھائی جائے گی محشر میں شانِ محبوبی	کہ آپ ہی کی خوشی آپ کا کہا ہو گا
خدائے پاک کی چاہیں گے اگلے پچھلے خوشی	خدائے پاک خوشی ان کی چاہتا ہو گا
کسی کے پاؤں کی بیڑی یہ کاٹتے ہوں گے	کوئی اسیرِ غم ان کو پکارتا ہو گا
کسی طرف سے صدا آئے گی حضور آؤ	نہیں تو دم میں غریبوں کا فیصلہ ہو گا
کسی کے پلے پہ ہوں گے بوقت وزنِ عمل	کوئی امید سے منہ ان کا تک رہا ہو گا
کوئی کہے گا دہائی ہے یا رسول اللہ	تو کوئی تھام کے دامن مچل گیا ہو گا
کسی کو لے کے چلیں گے فرشتے سوئے جحیم	وہ ان کا راستہ پھر پھر کے دیکھتا ہو گا
شکستہ پا ہوں مرے حال کی خبر کر دو	کوئی کسی سے یہ رو رو کے کہہ رہا ہو گا
خدا کے واسطے جلد ان سے عرضِ حال کرو	کسے خبر ہے کہ دم بھر میں ہائے کیا ہو گا

پکڑ کے ہاتھ کوئی حالِ دل سنائے گا — تو رو کے قدموں سے کوئی لپٹ گیا ہو گا
زبان سوکھی دکھا کر کوئی لبِ کوثر — جنابِ پاک کے قدموں پہ گر گیا ہو گا
نشان خسروِ دیں دور کے غلاموں کو — لواء حمد کا پرچم بتا رہا ہو گا
کوئی قریب ترازو کوئی لبِ کوثر — کوئی صراط پہ اُن کو پکارتا ہو گا
یہ بے قرار کرے گی صدا غریبوں کی — مُقدّس آنکھوں سے تار اشک کا بندھا ہو گا
وہ پاک دل کہ نہیں جس کو اپنا اندیشہ — ہجومِ فکر و تردد میں گھر گیا ہو گا
ہزار جان فدا نرم نرم پاؤں سے — پکار سُن کے اسیروں کی دوڑتا ہو گا
عزیز بچے کو ماں جس طرح تلاش کرے — خدا گواہ یہی حال آپ کا ہو گا
خدائی بھر اُنہیں ہاتھوں کو دیکھتی ہو گی — زمانہ بھر اُنہیں قدموں پہ لوٹتا ہو گا
بنی ہے دم پہ دوہائی ہی تاج والے کی — یہ غُل یہ شور یہ ہنگامہ جا بجا ہو گا
مقام فاصلوں پر کام مختلف اِتنے — وہ دن ظہورِ کمالِ حُضُور کا ہو گا
کہیں گے اور نبی اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ — مرے حُضُور کے لب پر اَنَا لَهَا ہو گا
دعائے اُمتِ بدکار وردِ لب ہو گی — خدا کے سامنے سجدے میں سر جھکا ہو گا
غُلام اُنکی عنایت سے چین میں ہوں گے — عدو حُضُور کا آفت میں مبتلا ہو گا

میں اُن کے در کا بھکاری ہوں فضلِ مولیٰ سے
حسنؔ فقیر کا جنت میں بسترا ہو گا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ؕ

او غافل بے پرواہ اُن کی عظمت و شان سے نا آگاہ اس کا نام مقامِ محمود ہے اے بڑی شوکت والے تاجدار حسنؔ کی جان تیرے قربان۔

ع منکروں میں نہ مری جان نکو کاروں میں

صدقے جاؤں ترے میں بھی ہوں گنہگاروں میں

خدا کے واسطے اِس رسوائے عالم کو رسوائے محشر نہ ہونے دینا او لاج رکھنے والے میری لاج تیرے ہاتھ ہے۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَدا

عَلٰی نَبِیِّکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمْ

اے عزیز محبت اُس جناب کی عین ایمان بلکہ ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان کی بھی جان ہے یا وپاک واسطہ نجات کونین وفلاح دارین ارشاد ہوتا ہے اَلَا اَلَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّۃَ لَہٗ یعنی جس کے دل میں محبت نہیں ایمان نہیں اور فرمایا جاتا ہے لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ یعنی تم میں سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ عزیز نہ ہوں۔ اور قاعدہ کی بات ہے جو جسے زیادہ عزیز رکھتا ہے اسی کا ذکر اسے وظیفہ ہو جاتا ہے مَنْ اَحَبَّ شَیْئاً اَکْثَرَ مِنْ ذِکْرِہٖ ذکر حُضُور کے سامنے اور کسی کے ذکر کا کیا ذکر مگر یہاں بالعکس نظر آتا ہے۔

بھولے بیٹھے ہیں ہم اُن کو چاہتے ہیں وہ ہمیں

اُلٹی موجیں مارتا ہے اے حسَن دریائے عشق

خیال کی جگہ ہے کہ جو روزِ ولادت سے آج تک ہماری یاد اپنے دلِ پاک سے فراموش نہ فرمائے اُسے ہم یوں بُھلادیں ہیہات ہیہات محسن کے احسان کبھی یاد نہ آئیں پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تو خیالِ امت میں یہ حال اور کیفیتِ اُمت دیدنی عمل مولد کہ عمدہ طریقہ یاد والا کا ہے اس کے واسطے ربیع الاول شریف کو ایسا خاص کر لیا گیا کہ گویا اور کسی مہینہ میں مجلس کرنا روا ہی نہیں جیسے عید الفطر کے واسطے شوال اور عید الاضحیٰ کے لئے ذی الحجہ اِس خصوصیت بیجا پر ایک اور آفت ہے کہ جو حضرات اِس کے عامل ہیں

ان میں سے کوئی بطور رسم بجالاتا ہے کہ ہمارے باپ دادا مجلسیں کرتے آئے ہیں ہم نہ کریں گے تو لوگ کیا کہیں گے کوئی نام کے واسطے اِتنا دیہار ہوتا ہے۔

آہ آہ از ضعف اسلام آہ آہ

آہ آہ از نفسِ خود کام آہ آہ

یہاں تک تو پھر خیریت تھی بعض حضرات خاص مولد کے جواز وعدم جواز میں کلام کرتے ہیں کہیں اگر پاس ملاقات طوعاً وکرہاً جاتے ہیں تو جہاں تک ہو سکتا ہے کہیں بیٹھ بٹھا کر بعد قیام آتے ہیں شاید کبھی جبر اقہراً آگئے تو قیام کا نام سنتے ہی جی بیٹھ گیا اداسی چھا گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰی نَبِیِّکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

پھر بہار آئی ہوئے سامان پھر میلاد کے   عرش سے آنے لگے تحفے مبارکباد کے

غنچے چٹکے گل کھلے چلنے لگی بادِ نسیم   رنگ لائے چہچے پھر بلبلِ ناشاد کے

حدیث شریف میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے فرماتے ہیں۔ یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ اے جابر بیشک اللہ نے تمام عالم سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ روزِ اول کہ آدم و حوا چاند سورج زمین و آسمان کل موجودات تمام مخلوقات سراپردہ عدم میں تھے اور وہ نور سراپا ظہور عرشِ معلی پر جگہ پائے ہوئے آئینہ داری جمالِ الٰہی میں مصروف تھا بحرِ قدم کا موجِ اولین تجلّیِ کائنات کی اصلِ متین یہی نور ہے اگر کشتیٔ نوح کی آپ ناخدائی نہ فرماتے موجِ طلاطم سے رہائی غیر متصور تھی اور اگر جنابِ خلیل اِس امانت کے امین نہ ہوتے تو نارِ نمرود غیرتِ خلد کیونکر بنتی عالم ایجاد میں کوئی شے ایسی نہیں جو حضور کی ذاتِ مجمع صفات سے بہرہ ور نہ ہو ذاتِ کریم کنزِ مخفی تھی جب منظور ہوا کہ اپنے بندوں کو پیدا کریں لورانی اور اپنے محبوب کی شان جلوہ ظہور پائے اپنے نور سے نورِ محمدی صلی اللہ تعالی علیہ

وسلم بنایا پھر اس نُورِ منوّر کو جوہر لطیف بنا کر دس ٹکڑے کیے تو ٹکڑوں سے عرش و کرسی لوح و قلم جنت ودوزخ چاند سورج ملائکہ بنائے دسویں ٹکڑے سے وہ پیاری پیاری روح جلوہ ظہور کی شمع انجمن ہوئی جس کی ادنیٰ چمک سے چودہ طبق روشن ہو جائیں ایک جھلک سے تحتُ ثریٰ سے عالمِ بالا تک عالم چراغاں ہو پھر جبریلِ امین کو حکم رَبّ العَالمین جل شانہٗ پہنچا کہ سطح خاک پر جا اور جہاں کی خاک پاک دیکھے لا روحِ اعظم حکم محکم پا کر زمین پر آئے اور زمینِ مکہ سے خاک طلب کرنے لگے زمین اس طلب کو سن کر اس قدر فرحناک ہوئی کہ خوشی کے سمانے کی گنجائش نہ رہی اور حالتِ وجد میں شق ہو گئی گویا زبانِ حال سے گویا تھی کہ اے ایسی خوشی کی خبر سنانے والے میں تیرے قربان ایسے پیارے محبوب کی طینتِ پاک کے لیئے تو اس اُفتادہ و خاکسار کی جان حاضر ہے جبریل علیہ السلام وہاں کی خاک لیکر زیرِ عرش پہنچے پھر اس خاک پاک کو آبِ طہور سے تخمیر کر کے طینتِ حضُور بنائی اور اطباقِ افلاک و زمین میں پھرایا مگر یہ پھرانا اس سبب سے تھا کہ آسمانوں کے بسنے والے اور زمینوں کے رہنے والے آگاہی پائیں کہ یہ سلطانِ کونین محبوبِ رَبّ المشرقین ہے جس کا سر اس جناب میں جھکا وہ جنابِ باری میں سر بلند ہے جس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا اس کا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں ہے

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً

عَلٰى نَبِيِّكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

جب قالب حضرت آدم علیہ السلام بن کر تیار ہوا اور نفخ روح کو حکم کردگار ہوا روح اس کالبد خاکی کو دیکھ کر گھبرانے لگی جب اُس شمع بزم انبیاء سے جبینِ ابوالبشر کی تقدیر چمکی۔ دیکھتے ہی ہزار جان سے قربان ہو کر جسم پاک میں در آئی پھر قوم انسان کا سلسلہ بڑھ چلا یہاں تک کہ وہ آفتاب عرب بروج اصلاب طیبہ و ارحام طاہرہ سے نقل کرتا زیب برجِ ہاشمی ہو کر چشم و چراغِ عبدالمطلب ہوا روایت ہے حضرت عبدالمطلب

ایک روز وسادہ راحت پر محوِ خواب تھے کہ تقدیر آنکھیں ملتی ہوئی جاگ اٹھی ناگہاں عالم رویا میں دیکھا کہ ایک شجر سرسبز و شاداب زمین سے اگا اور طرفۃ العین میں اتنا بلند ہوا کہ آسمان تک پہنچا اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئیں اور اس سے وہ نورِ عظیم چمکا کہ ضیائے آفتاب سے ستر حصہ زیادہ تھا عرب و عجم کو اُس کے حُضُور سجدہ کناں دیکھا اور وہ درخت آناً فاناً بڑھتا اور زیادہ بلند و روشن ہوتا جاتا ہے کبھی میری نظر سے چھپ جاتا اور کبھی ظاہر ہو جاتا اور کچھ قریشی لوگ دیکھے کہ اس کی شاخیں پکڑے بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ اس کے قطع و برید میں ہیں جب وہ اس کے قریب جاتے ہیں ایک جوان کہ اس سے زیادہ خوبصورت اور خوشبودار کسی کو نہ دیکھا تھا اُن کی پیٹھیں توڑ ڈالتا اور آنکھیں نکال لیتا ہے انہوں نے اپنا ہاتھ بلند کیا کہ اس درخت سے بہرہ یاب ہوں ایک کہنے والا کہتا ہے کہ یہ تو ان کا حصہ ہو چکا ہے جو آگے سے اس تک پہنچ گئے ہیں اور اس کی ڈالیاں پکڑلی ہیں اس خواب نے وہ مسرتِ تازہ و فرحتِ بے اندازہ بخشی کہ نصیب کے ساتھ ہی آنکھ بھی کھل گئی۔ حضرت عبدالمطلب اٹھے اور کس کیفیت میں کیف بادۂ دیدار سے آنکھیں جھکی ہوئیں تجلیات پیہم سے دل ایک نور کا پتلا بنا ہوا چشمۂ چشم سے بحرِ طلعت طور کا کنارہ ملا ہوا نسیم صبحِ سعادت سے دامنِ مُراد کی کلیاں کھل گئیں دونوں جہان کی مرادیں ایک ہی نظارہ میں مل گئیں اس زمانہ میں ایک کاہنہ علم کہانت میں بے مثل تھی حضرت عبدالمطلب نے اس سے ماجرائے خواب بیان کیا سنتے ہی رنگ رو کے ساتھ ہوش بھی پرواز کر گئے گھبرا گئی حواس باختہ ہو گئے بولی اگر یہ خواب سچا ہے تو اے عبدالمطلب تمہارے صلب سے وہ چمکتا آفتاب طلوع کرے گا جس کی ضیاء سے گرفتارانِ ظُلمتِ کُفر کے دن پھریں گے جس کی روشنی تحت ثریٰ سے تا عالمِ بالا پہنچے گی اور قریب ہے کہ وہ بادشاہُ اسلام پناہُ امت پرور غریب نواز بے کسوں کا والی بے یاروں کا حمایتی پیدا ہو جس کی قاہر حکومت عظیم سلطنت مشرق و مغرب کو گھیر لے جس کے حُضُور تمام سرکشانِ عالم گردن جھکائیں سلطان و گدا

سب اسی کا دم بھرتے نظر آئیں عبدالمطلب تعبیر سن کر بہت شاد و خرم واپس آئے پھر اس نور پر تو تجلی طور نے پُشتِ جناب عبداللہ میں قرار پکڑا۔ لکھا ہے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں جب میں جانبِ وادیٔ بطحا جاتا ہوں میری پیٹھ سے ایک نُور نکلتا ہے اور بشکل چتر میرے سر پر سایہ گستر ہوتا ہے درہائے فلک کھُلتے ہیں پھر وہ نور سراپا ظہور بسان ابرو وہاں جاتا ہے پھر میری پشت میں سما جاتا ہے جس درختِ خشک کے نیچے بیٹھتا ہوں ہرا ہو جاتا ہے سچ فرمایا تو نے اے بڑی امانت کے امین درخت کیوں نہ ہرے ہوں اُس بہار گلزار کونین کا تو نام لئے دلِ پژمردہ ہرے ہوتے ہیں آنکھوں میں ٹھنڈک کلیجہ میں خنکی آتی ہے مدینہ طیبہ کس کے قدوم کی برکت سے طیب و طاہر ہے جنت سے پُر بہار باغ پُر مدینہ نے کس پھول کے دارالسلطنت بننے سے فضیلت پائی۔

غزل

عجب رنگ پر ہے بہارِ مدینہ — کہ سب جنتیں ہیں نثارِ مدینہ
مبارک رہے عندلیبو تمہیں گل — ہمیں گل سے بہتر ہیں خارِ مدینہ
بنا شہ نشیں خسروِ دو جہاں کا — بیاں کیا ہو عز و وقارِ مدینہ
مری خاک یا رب نہ برباد جائے — پسِ مرگ کر دے غبارِ مدینہ
کبھی تو معاصی کے خرمن میں یا رب — لگے آتشِ لالہ زارِ مدینہ
رگِ گُل کی جب نازکی دیکھتا ہوں — مجھے یاد آتے ہیں خارِ مدینہ
ملائک لگاتے ہیں آنکھوں میں اپنی — شب و روز خاکِ مزارِ مدینہ
جدھر دیکھیے باغِ جنت کھلا ہے — نظر میں ہیں نقش و نگارِ مدینہ
رہیں اُنکے جلوے بسیں اُن کے جلوے — مرا دل بنے یادگارِ مدینہ
حرم ہے اسے ساحتِ ہر دو عالم — جو دل ہو چکا ہے شکارِ مدینہ
دو عالم میں بٹتا ہے صدقہ یہاں کا — ہمیں اک نہیں ریزہ خوارِ مدینہ

بنا آسماں منزل ابنِ مریم گئے لا مکاں تاجدارِ مدینہ
مُرادِ دلِ بُلبُلِ بے نوا دے خدایا دکھا دے بہارِ مدینہ
شرف جن سے حاصل ہوا انبیاء کو
وہی ہیں حسنؔ افتخارِ مدینہ

روایت ہے جب حضرت عبداللہ بن بلوغ کو پہنچے شاہانِ دہر و محتشمانِ زمانہ آپ کی طلب میں سرگرم ہوئے بعد بسیار جدوکد حضرت آمنہ سے نامزد کیا پھر وہ نُورِ مبارک صلبِ پدر سے نکل کر رحمِ مادر میں جاگزین ہوا آمنہ پاک فرماتی ہیں پہلے مہینے میں حضرت آدم دوسرے مہینے میں جناب ادریس تیسرے میں حضرت نوح چوتھے میں جناب خلیل پانچویں میں حضرت اسماعیل چھٹے میں جناب کلیم ساتویں میں جناب داؤد آٹھویں میں جناب سلیمان نویں میں جناب عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام مژدۂ ولادت پسر نامور سناتے آئے اور حضرت مسیح نے فرمایا جب یہ نورِ خدا جلوہ فرما ہو تو اس کا نام پاک محمد رکھنا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور فرماتی ہیں جب میں حاملہ ہوئی کسی شخص نے مجھ سے خواب میں کہا تیرے پیٹ میں اس اُمت کا سردار ہے اور فرماتی ہیں مجھ کو کوئی اثر حمل کا معلوم نہ ہوا جتنے جتنے دن قریب آتے گئے آوازِ مرحبا چاروں طرف سے زیادہ آنے لگی اس سے پہلے قریش سخت سخت مصیبتوں میں گرفتار تھے اشجار و اثمار سب خشک بے ساز و برگی کے سوا کوئی پھولا پھلا نہ تھا جب حضور بطنِ مادر میں جلوہ گستر ہوئے سب عسرت عشرت ہو گئی بے دست وپائی نے مخلوق سے ہاتھ اٹھایا تہی دستی سے ہاتھ خالی ہوئے شبِ ولادت عرش جھوما ستارے زمین کی طرف مائل گھر گھر شادی کی رسوم ہر طرف مبارک باد کی دھوم شورِ مرحبا سے کان پڑی آواز نہ سنائی دی بُشریٰ لکم کی صدائیں بلند درودیوار پر بہاریں لوٹیں خزاں و شیطان مقید نسیم بہار چلی شاخ شاخ سے گلے ملی۔ فاختہ شورِ کوکو چھوڑ کر منتظر لقاء بُلبُلِ ناشاد کے دن پھرے گُل فرطِ مسرت سے پھولے نہ سمائے کلیوں کی چٹک

سے صَلٰوۃُ اللہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیکَ کی آواز آئی سرو آزاد منتظر نرگس کو پلک مارنا دشوار سحاب رحمت اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی ھٰذَا النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ کہتا گھر آیا بوندیاں شوقِ دیدار میں دُرُود پڑھتی اُتریں بجلیوں نے سورۂ نور وردِ زبان کی۔ اے انجمن والو ہوشیار باادب بانصیب بے ادب بے نصیب دست بستہ ہو کر دُرُود پڑھو یہ وقت وہ ہے کہ آفتاب رسالت باہزاراں جاہ و جلال افق سعادت سے چمکنے والا ہے۔ گل بستانِ نبوت ساتھ سو رنگینوں کے کھلا چاہتا ہے۔

جن و انسان و ملک و حوش و طیور چشم بر راہ گوش بر آواز ہیں انبیائے اکرام و مرسلینِ عظام منتظر کہ کب وہ شمع بزمِ خلوت رونقِ انجمنِ جلوت ہو ملائکہ پرے جمائے دست بستہ فرطِ ادب سے سر جھکائے اُس نوشاہ کی سلامی کو حاضر۔ اے گدایان کوئے محمدی صلوٰۃ و سلام عرض کرو تمہارے حامی تمہارے والی تمہارے یاور تمہارے سرور تمہارے آقا تمہارے مولیٰ تمہارے سردار تمہارے غمخوار تمہارے پیارے احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سُواری آتی ہے۔ ہاں اے مشتاقانِ دیدار آنکھوں کے فرش کرنے کا وقت آپہنچا ہاں اے کشتگان فراق کچھ خبر ہے مُژدہ ہو کہ وہ جانِ مسیح جاں بخش عالم تشریف لاتا ہے۔

کیا مُژدۂ جاں بخش سنائے گا قلم آج
کاغذ پہ جو سو ناز سے رکھتا ہے قدم آج

آمد ہے یہ کس بادشہ عرش مکاں کی
آتے ہیں فلک سے جو حسینانِ ارم آج

کس گل کی ہے آمد کہ خزاں دیدہ چمن میں
آتا ہے نظر نقشۂ گلزارِ ارم آج

نذرانہ میں سر دینے کو حاضر ہے زمانہ
اِس بزم میں کس شاہ کے آتے ہیں قدم آج

بادل سے جو رحمت کے سرِشام گھرے ہیں
برسے گا مگر صبح کو بارانِ کرم آج

کس چاند کی پھیلی ہے ضیا کیا یہ سماں ہے
ہر بام پہ ہے جلوہ نما نورِ قدم آج

کھلتا نہیں کس جانِ مسیحا کی ہے آمد
بت بولتے ہیں قالبِ بیجاں میں ہے دم آج

بت خانوں میں وہ قہر کا کہرام پڑا ہے — مل مل کے گلے روتے ہیں کفار و صنم آج

کعبہ کا ہے نغمہ کہ ہوا لوٹ سے میں پاک — بت نکلے کہ آئے مرے مالک کے قدم آج

تسلیم میں سر وجد میں دل منتظر آنکھیں — کس پھول کے مشتاق ہیں مرغانِ حرم آج

اے کفر جھکا سر وہ شہِ بت شکن آیا — گردن ہے تری دم میں تہِ تیغ دو دم آج

کچھ رعب شہنشاہ ہے کچھ ولولۂ شوق — ہے طرفہ کشاکش میں دلِ بیت و حرم آج

پُر نور جو ظلمت کدہ دہر ہوا ہے — روشن ہے کہ آتا ہے وہ مہتاب کرم آج

ظاہر ہے کہ سلطانِ دو عالم کی ہے آمد — کعبہ پہ ہوا نصب جو یہ سبز علم آج

گر عالمِ ہستی میں وہ مہ جلوہ فگن ہے — تو سایہ کے جلوہ پہ فدا اہلِ عدم آج

ہاں مفلسو خوش ہو کہ ملا دامنِ دولت — تر دامنو مژدہ وہ اٹھا ابرِ کرم آج

تعظیم کو اُٹھے ہیں ملک تم بھی کھڑے ہو — پیدا ہوئے سلطانِ عرب شاہِ عجم آج

کل نار جہنم سے حسن امن و اماں ہو
اُس مالکِ فردوس پہ صدقے ہوں جو ہم آج

اے مدینے کے تاجدار سلام — اے غریبوں کے غمگسار سلام

تیری اِک اِک ادا پہ اے پیارے — سو درودیں فدا ہزار سلام

رَبِّ سَلِّم کے کہنے والے پر — جان کے ساتھ ہوں نثار سلام

میرے پیارے پہ میرے آقا پر — میری جانب سے لاکھ بار سلام

میری بگڑی بنانے والے پر — بھیج اے میرے کردگار سلام

اُس پناہِ گناہگاراں پر — یہ سلام اور کروڑ بار سلام

اُس جوابِ سلام کے صدقے — تا قیامت ہوں بیشمار سلام

ان کی محفل میں ساتھ لے جائیں — حسرتِ جانِ بے قرار سلام

پردہ میرا نہ فاش حشر میں ہو — اے مرے حق کے رازدار سلام

وہ سلامت رہا قیامت میں — پڑھ لئے جس نے دل سے چار سلام
عرض کرتا ہے یہ حسن تیرا
تجھ پہ اے خلد کی بہار سلام

بعد ولادت حضور حضورِ رب قدیر میں سجدہ کناں ہوئے اور انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اٹھاکر لبِ اعجاز سے فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ سوائے خدا کے کوئی سچا معبود نہیں بیشک میں رسولِ خدا ہوں۔ پھر شان کرم نے اور ہی جلوے دکھائے۔ غریبانِ امت یاد آئے دعائے مغفرت کے لئے لبِ جاں بخش کو تکلیفِ جنبش دی جناب باری میں عاجزانہ طور سے یہ عرض کی یَا رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ یعنی اے رب میرے گنہگاران امت کو مجھے دے ڈال قربان اے ہم سے غافلوں کی یاد کرنے والے ہاں عاصیو ایسے محسن پیارے پر نثار ہونا چاہیے دیکھو بعد ادائے کلمہ شہادت و اظہارِ شانِ رسالت تمہاری ہی یاد آئی تمہاری ہی رستگاری کی دعا فرمائی اللہ جل شانہ نے فرمایا وَهَبْتُكَ اُمَّتَكَ بِاَعْلٰی هِمَّتِكَ ہم نے تمہیں بخش دی تمہاری امت بہ سبب تمہاری ہمتِ بلند کے پھر ملائکہ سے ارشاد ہوا اِشْهَدُوْا یَا مَلٰئِكَتِیْ اِنَّ حَبِیْبِیْ لَا یَنْسٰی اُمَّتَهٗ عِنْدَ الْوِلَادَةِ فَكَیْفَ یَنْسَاهَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اے میرے فرشتو گواہ رہو تحقیق حبیب میرا نہ بھولا اپنی امت کو وقتِ ولادت کے پس کیونکر بھولے گا دن قیامت کے اور ہاتفِ غیب نے ندا دی جو اس امت کے والی پر ایک درود بھیجے گا جناب باری تعالیٰ اس پر دس درود بھیجے گا اور دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں بڑھائے گا اور دس برائیاں مٹائے گا اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی هٰذَا النَّبِیِّ الْكَرِیْمِ اے عزیز درود وسیلہ مغفرت و موجبِ سعادت ہے جو دم اس سے غفلت میں گزرتا ہے اس دولتِ ابد مدت میں تیرے لئے کمی ہو جاتی ہے ہاں فقیر دامن پھیلا ہاتھ بڑھا اپنی جھولی بھر غافل خوابِ غفلت سے جاگ جاگے سو پاوے ہوشیار اس پیارے پیارے وسیلۂ نجات کو ہاتھ سے نہ دے اور دیکھ تو دنیا و آخرت میں اس کے کیسے کیسے پھلے ملتے

ہیں جس کا ہاتھ ان سے خالی ہے اس کو دامنِ مراد تک کیونکر دسترس ہو سکتی ہے۔ طائرِ دعا بے اس کے بے پر وبال ہے آشیانۂ قبول تک رسائی محال ہے۔ اور وعدہ فرماتے ہیں جو ہم پر بکثرت درود پڑھے گا ہم اپنا جلوہ عالم افروز دکھائیں گے اور اس کے بگڑے کام بنائیں گے۔ اے عزیز اب دونوں جہان کی نعمتیں ایک پلہ میں اور یہ دولتِ گراں سنگ ایک پلہ میں رکھ کر میزانِ ایمان میں تول اور چشمِ انصاف کھول دیکھ کونسا پلہ جھکتا ہے۔ اور فرماتے ہیں جس نے میری زیارت کی اس نے شفاعت اپنے حق میں واجب کر لی ان دونوں پیارے ارشادوں کے ملانے سے کیا کیا پیارا پیارا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اے گرفتارانِ گردابِ معصیت اب بھی بیڑا پار ہونے میں کچھ شک ہے پڑھو؟ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ اور کثرت درود پر ناز کرتا اپنے کھرے مال میں بٹا لگاتا ہے۔ غنی کی سرکار غنی ہے تو محنت کرے گا اجرت پائے گا بلکہ یہاں اجرت کا دعوی محض بے جا ہے تو غلام ہے مزدور نہیں جو اجرت کا مستحق ہو سرکار کا محض فضل ہے تیرا کچھ استحقاق نہیں۔

زہے عشق از بر شوت ودست خواہی داشت جاناں را

سبحان اللہ! آقائے نعمت پر کا ہے کا احسان ہے شہنشاہ عرش بارگاہ کی سرکار باوقار میں تیرا بے قدر عمل کچھ قدر و منزلت نہیں رکھتا درود کو پڑھنے کے طور پر پڑھ اس خیال سے بھی بچ کر چل کہ اپنی مغفرتِ جرائم کے لئے پڑھتا ہوں یہ تیرا معاملہ تو تیرے والی نے اپنے ذمہ لے لیا ہے تیرا ابر پرست تیری بگڑی کی بنی دیکھنے والا تیری مدد پر ہے تجھ کو چاہیے کہ دائما احسانِ محسن کے شکریہ میں تہ دل سے عرض کرتا رہ۔

اے دینِ حق کے رہبر تم پر سلام ہر دم ‌ ‌ ‌ میرے شفیعِ محشر تم پر سلام ہر دم
اس بیکس و حزیں پر جو کچھ گزر رہی ہے ‌ ‌ ‌ ظاہر ہے سب وہ تم پر تم پر سلام ہر دم
دنیا و آخرت میں جب میں رہوں سلامت ‌ ‌ ‌ پیارے پڑھوں نہ کیونکر تم پر سلام ہر دم

دلِ تشنگانِ فرقت پیاسے ہیں مدتوں کے
ہم کو بھی جامِ کوثر تم پر سلام ہر دم

بندہ تمہارے در کا آفت میں مبتلا ہے
رحم اے حبیبِ داور تم پر سلام ہر دم

بے وارثوں کے وارث بے والیوں کے والی
تسکینِ جانِ مضطر تم پر سلام ہر دم

للہ اب ہماری فریاد کو پہنچیے
بے حد ہے حال ابتر تم پر سلام ہر دم

جلادِ نفسِ بد سے دیجیے مجھے رہائی
اب ہے گلے پہ خنجر تم پر سلام ہر دم

دریوزہ گر ہوں میں بھی ادنیٰ سا اس گلی کا
لطف و کرم ہو مجھ پر تم پر سلام ہر دم

کوئی نہیں ہے میرا میں کس سے داد چاہوں
سلطانِ بندہ پرور تم پر سلام ہر دم

غم کی گھٹائیں گھر کر آئی ہیں ہر طرف سے
اے مہرِ ذرہ پرور تم پر سلام ہر دم

بُلوا کے اپنے در پر اب دیجیے مجھ کو عزت
پھرتا ہوں خوار در در تم پر سلام ہر دم

محتاج سے تمہارے کرتے ہیں سب کنارا
اب اِک تمہیں ہو یاور تم پر سلام ہر دم

بہرِ خدا بچاؤ ان خارہائے غم سے
اِک دل ہے لاکھ نشتر تم پر سلام ہر دم

کوئی نہیں ہمارا ہم کس کے در پہ جائیں
اے بیکسوں کے یاور تم پر سلام ہر دم

کیا خوف مجھکو پیارے نارِ جحیم سے ہو
تم ہو شفیعِ محشر تم پر سلام ہر دم

اپنے گدائے در کی لیجے خبر خدارا
کیجے کرم حسنؔ پر تم پر سلام ہر دم

مسلمانو! اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا بیشک اللہ اور اللہ کے فرشتے اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی درود و سلام بھیجو۔ سبحان اللہ! کیا مرتبہ ہے ہمارے بادشاہ عالم پناہ کا صلی اللہ علیہ وسلم۔

درود کے فضائل نامحدود ہیں

مگر یہ فضل سب سے افضل ہے کہ خداوند جلیل بھیجنے والا محمد مصطفیٰ سے پیغمبر پر بھیجے جل شانہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ منقول ہے کہ جو اس ممدوح باری پر درود بھیجتا

ہے وہ مع اپنے ہدیہ کے حضور معلٰی میں ذکر کیا جاتا ہے ہزار جان گرامی ایسے وسیلہ پر قربان جس کے سبب سے ہم سے روسیاہ آلودہ گناہ ایسے پاک کے دربار میں ذکر کیے جائیں۔

کیوں نہ مر جانے کی حسرت جانِ بسمل میں رہے
میں نہ ہوں اور ذکر میرا تیری محفل میں رہے

درود آئینۂ ایمان کی جلا

لاعلاج امراض کی دوا ہے یہ بھی ثابت کہ اس کے ذاکر کے دل میں وہ پیارا چہرہ تجلی طور جس کی ہر ادا سے نمایاں' بہارِ جنت میں جس کا دھوون' جس کے دیدار سے کلیجے ٹھنڈے ہوں آنکھوں میں روشنی آئے اکثر جلوہ آرا رہتا ہے۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی۔

یہ بھی وارد کہ ہنگامۂ محشر میں کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہو گا سب کو اپنی اپنی پڑے گی دل دہی دلجوئی کس کی تسلی' تشفی کیسی؟ اس وقت جاں گزا و ہنگامۂ ہوشربا میں عاملِ درود کے سینہ پر دلاسے کے لئے حضور وہ دستِ پاک دھریں گے جس سے ہزاروں عقدۂ لاحل کھل گئے۔ لاکھوں معصیت نامے دھل گئے۔ جو ہماری دعا کے واسطے جنابِ باری میں اٹھائے جو ہاتھوں ہاتھ خدا تک پہنچائے جس کی عطا پر دونوں جہان کی نگاہیں ہیں جو گنہگاروں کو دوزخ سے نکالے گا جو گرتوں کی روک تھام ہے جس کا یداللہ نام ہے جو تیموں کے سر پر ہے جو ہم سے ناکاروں کو دو جہان کی نعمتیں دے۔ نثار ہو جاؤں جب ایسا مختارِ کل تاجدارِ رسل تسلی دے اور مجرم کا دل ہاتھ میں لے پھر محشر کی کیا جان جو دل میں جگہ پائے۔

آفتابِ قیامت کا کیا منہ جو ذرا تیزی دکھائے

روایت ہے جو آپ پر سلام بھیجتا ہے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسے جواب سے

مشرف فرماتے ہیں۔ مسلمانو اپنی قسمت پر فدا ہو جاؤ تو بجا ہے خدا لگتی کہنا تمہارا یہ منہ ہے کہ ایسی سرکار میں تمہارے سلام کی رسائی ہو اور وہ اپنے لبِ اعجاز کو تکلیفِ جواب دیں؟

سلام

السلام اے خسروِ دنیا و دیں　　السلام اے راحتِ جانِ حزیں
السلام اے بادشاہِ دو جہاں　　السلام اے سرورِ کون و مکاں
السلام اے نورِ ایمان السلام　　السلام اے راحتِ جان السلام
اے شکیبِ جانِ مضطر السلام　　آفتاب ذرہ پرور السلام
دردِ و غم کے چارہ فرما السلام　　درد مندوں کے مسیحا السلام
اے مرادیں دینے والے السلام　　دونوں عالم کے اُجالے السلام

دُرود پڑھنے والے کو دُرود غیبت سے مصئون و محفوظ رکھتا ہے حشر میں سایہ عرش عظیم اس کے سر پر ہے پلہ اس کی نیکیوں کا گراں ہو گا۔

دُرود کا پرچہ

روایت ہے کہ میدانِ حشر سے ایک شخص کو حُضور جنابِ کبریا میں لائیں گے اس کا نامہ اعمال سراسر کبائر سے معمور ہو گا پلہ اس کی نیکیوں کا ہلکا ہو جائے گا۔ ملائکہ عذاب اس کو دوزخ میں لے جانے پر مستعد ہوں گے۔ ناگاہ ایک نیسانِ کرم رحمت کا مینھ برساتا جانبِ میزان تشریف فرما ہو گا اور ایک پرچہ قرطاس نیکیوں کے پلہ میں داخل فرمائے گا وہ پلہ گراں ہو کر اس گرفتار کو غمِ جاں گسل سے سبکدوش کرے گا۔ فرشتوں سے پوچھے گا یہ کون ہیں کہ میرے ٹوٹے حال میں شریک ہوئے۔ یہ کس نے میرے کلیجہ کو ٹکڑے ہونے سے اماں دی۔ ملائکہ جواب دیں گے یہ گنہگاران اُمت کے حمایتی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے اور یہ پرچہ وہ تھا جس پر تو نے دُرود لکھا تھا۔ اے ایمان والو! اِس مجرم کی قسمت تو دیکھو اِدھر عذاب سے نجات پائی اُدھر دولتِ دیدار ہاتھ آئی اگر سچ پوچھو تو ہزاروں جنتیں اس ایک نگاہ پر قربان جو ایسے روئے رنگیں کے دیدار سے مستفیض انوار ہو۔

اِلٰهِی فَصَلِّ وَسَلِّمْ کَثِیْراً　　عَلٰی مَنْ اَتَانَا بَشِیْراً نَذِیْراً

درود شریف رہنمائے کامل ہے

مشائخ کرام فرماتے ہیں مُرید کو اگر پیرِ کامل نہ ملے دُرود کی کثرت کرنے یہ خدا تک پہنچانے کو کافی ہے۔ مولانا شاہ عبد الحق دہلوی قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں درود پڑھنے والو تم دریائے رَحمت کے شناور ہو جب اَللّٰھُمَّ صَلِّ کہا تو بحرِ کرمِ رَبانی میں غوطہ زن ہوئے جس وقت عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ سے زبان نے مزہ پایا تو بحرِ رسالت کی موجوں میں تھے جس دم وَعَلٰی اٰلِہٖ کہا تو دریائے جودِ آل میں لہریں لے رہے ہوائے تشنگان بادیۂ معصیت کس طرح یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایسے ایسے بحارِ پر انوار سے جن سے کشت تمنا سر سبز ہو گلشنِ ایمان ہرا بھرا لہلہاتا رہے تم تشنہ کام رہا یوں پھر و اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِكْ عَلَیْہِ

چاند سے زیادہ روشن گھر

روایت ہے ایک صاحب محمد نامی دُرود کی مزاولت رکھتے ایک رات خواب میں دیکھا کہ گھر منزلِ قمر پر شرف لے گیا ہے تجلیاں درودیوار سے جھلکتی ہیں شمیم فردوس مشامِ جان معطر کر رہی ہے گھر کی کرسی آسمان سے اونچی حضورِ رَحمتِ عالم تشریف فرما ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں اپنا منہ میرے پاس لا میں بوسہ لوں کہ تو اس مُنہ سے مجھ پر دُرود بھیجتا ہے گو اُس وقت پاسِ ادب سمجھا رہا تھا کہ تیرا کیا مُنہ جو قُربِ لب ہائے مبارک حاصل کرے۔ مگر تعمیلِ ارشاد لطف بنیاد سے مجبور ہو کر اپنے مُنہ کو نا قابلِ اعتبار کر کے رخسارہ

پیش کیا حضور نے بوسہ لیا جب سو کر اٹھا تمام گھر مشک کی خوشبو سے مہکتا پایا اور وہ نکہت جانفزا آٹھ دن تک نہ گئی۔ اے مسلمانو یہ فضیلت انہوں نے دُرودِ مقدس کی وجہ سے پائی یہ دولتِ بے بہا اسی ذریعہ سے اُن کے ہاتھ آئی اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ جس کے رخسارہ پر حضور بوسہ دیں اس کو نارِ دوزخ کی گرمی تک ستائے قسم اس کی جس نے دونوں جہان میرے آقا کے سبب سے پیدا کئے اِن شَآءَ اللّٰہ وہ جنتی ہے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَسَلَّمْ۔

کلیم اللہ علیہ السلام کو پیغامِ باری تعالیٰ

منقول ہے کہ جناب کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو پیامِ باری پہنچا کہ اگر تو مجھ سے اتنا قریب ہونا چاہتا ہے جیسے کلام و زبان یا چشم و بصر تو میرے محبوب پر دُرود بھیج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرتِ صدیق اکبر فرماتے ہیں دُرود اس طرح گناہوں کو مٹاتا ہے جیسے پانی آگ کو جناب انس فرماتے ہیں جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں اور درود پڑھتے ہیں اُن کے جدا ہونے سے پہلے ربِ غفور اُن کے گناہ عفو فرما دیتا ہے۔

چار سو غزوات کا ثواب

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فضائلِ جہاد و حج بیان فرمائے کہ جو حج کر کے جہاد کو جائے ایک جہاد کا ثواب چار سو حج کی برابر پائے وہ لوگ جن میں طاقت جہاد کی باقی نہ رہی تھی اِس کو سن کر دل شکستہ ہونے لگے حضور پُر نُور نے ارشاد فرمایا جو مجھ پر دُرود بھیجے گا وہ ایسی جزا پائے گا جو چار سو مرتبہ کے مجاہد کو ملنا چاہیے اے مسلمانو درود پڑھو اپنے غمگسار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَدًا

عَلٰى نَبِيِّكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

روایت ہے حضور والا نے چند روز بی بی آمنہ کا دودھ پیا پھر ثویبہ کنیز ابو لہب

جنہیں اس نے خوشی خبری ولادت سن کر آزاد کیا تھا اس کام پر مقرر ہوئیں۔

اے میلاد کی خوشی منانے والو مقامِ غور ہے۔ جب ابولہب سا کافر ظالم خدا نا ترس ناحق کوش جس کی مذمت قرآن فرمائے اس خوشی میں اپنی کنیز کو آزاد کر دے تو کیا وہ رؤف و رحیم اپنے بندوں کو اس خوشی کے صلے میں بندِ غم سے آزاد نہ فرمائے گا۔

دائی حلیمہ جاگ اٹھے تیرے نصیب

اُن روزوں قحطِ عظیم تھا اور ہوائے مکہ نہایت گرم اس لحاظ سے یہ دستور تھا کہ دودھ پلانے والیاں اور شہروں سے آتیں اور اطفالِ شیر خوار کو لے جا کر پرورش کرتیں بعد اتمامِ ایامِ رضاعت پہنچا کر حقِ خدمت لیتیں حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ جس وقت قافلہ طائف سے مکہ کی جانب چلا میں بھی بطمعِ دنیوی اس کے ہمراہ ہوئی میرا مرکب سب مرکبوں سے زیادہ نحیف و ضعیف تھا اور جو عسرت مجھ پر تھی کسی پر نہ تھی لیکن راہ میں وقتِ نزول و ارتحال یہ حال ظاہر ہوتا۔ مثنوی

آئی مرے کان میں صدا یہ ۔۔۔ سختی میں نوید جاں فزا یہ
خالق کی قریش پر عطا ہے ۔۔۔ لڑکا وہ نصیب ور ملا ہے
مختار ہے کبریا کے گھر کا ۔۔۔ مصداق ہے افضل البشر کا
محبوب خدائے انس و جاں ہے ۔۔۔ سلطان دیار کن فکاں ہے
ہر روز ہے روز عید اس کا ۔۔۔ اقبال ہے زر خرید اس کا
محکوم ہیں خاص و عام اس کے ۔۔۔ شاہانِ جہاں غلام اس کے
جس روز سے باغ کن کھلا ہے ۔۔۔ جب سے یہ چمن ہرا بھرا ہے
غنچے بھی چٹک گئے ہزاروں ۔۔۔ اور پھول مہک گئے ہزاروں
ایسا کوئی گل کھلا نہ ہو گا ۔۔۔ ایسا نہ کوئی ہوا نہ ہو گا
روتوں کو یہ ہے ہنسانے والا ۔۔۔ بگڑی باتیں بنانے والا

کونین کا تاجدار ہے یہ
غمگینوں کا غمگسار ہے یہ

یہ رنگ جو عورتوں نے پائے
ایک ایک چلی قدم بڑھائے

سو شوق بھرے ہوئے دلوں میں
دشوار قیام منزلوں میں

ایک ایک یہ کر رہی تھی تاکید
ارمانِ لقاء و حسرتِ دید

ہاں کام یہ دیر کا نہیں ہے
ہنگام یہ دیر کا نہیں ہے

یہ دولتِ جاوداں نہ چھوٹے
یہ تاج ور جہاں نہ چھوٹے

خوش بخت ہے جسکی گود میں آئے
دیکھیں تو وہ کس کی گود میں آئے

پر مجھ پہ گراں تھا ضعفِ مرکب
اِک دشمنِ جاں تھا ضعفِ مرکب

اک یاس تھی بختِ نارسا سے
پر تو تھی لگی ہوئی خدا سے

بعد قطع منازل جب قافلہ مکہ میں داخل ہوا مرکب ان کے جو تیز خرام تھے انہوں نے پہلے پہنچ کر قبائل اغنیا کے لڑکے لئے جب میں پہنچی تو دیکھا سب عورتیں لڑکے لا چکی ہیں وہاں سے مایوس ہو کر پھری راستہ میں ایک پیر باوقار عیاں ہوا جب میں نے پوچھا لوگوں نے کہا عبدالمطلب ہیں جب قریب آکر سلام کیا جواب دیکر نام پوچھا حلیمہ بتایا کام پوچھا تلاش طفل ظاہر کی۔ فرمایا میں بھی مرضعہ کی جستجو میں پھرتا ہوں میں نے اپنے شوہر سے کیفیت بیان کی اس نے کہا جا اور اس دولت کو لے جب آمنہ خاتون کے پاس پہنچی اور اس اختر برج کرامت گوہر درجِ نبوت کو پوچھا فرمایا خوابِ استراحت میں ہے۔ قریب گئی تو یہ ماجرا دیکھا۔ مثنوی

آرام میں ہے وہ ماہ پیکر
ہے ایک حریر سبز بستر

وہ آن کہ جس پہ جان صدقے
وہ شکل کہ دو جہان صدقے

عطرِ ارواح قدس کھچ کر
مخلوق ہوا وہ جسم اطہر

رنگِ گلزار مصطفائی
آئینۂ ذاتِ کبریائی

مصباح مدینۂ کرامت مفتاح خزینۂ کرامت
آخر نہ رہا قرار دم بھر آغوش میں لے لیا اُٹھا کر
ناگاہ کھُلی حضُور کی آنکھ وہ عین کرم وہ نُور کی آنکھ
دیکھا جو مجھے کیا تبسم جان دل و خوشنما تبسم
حاصل جو مجھے ہوئی یہ خدمت کونین کی مل گئی ہے دولت
اِس خسرو کن فکاں کو پایا یا دولت دو جہاں کو پایا

جب میں نے پستان راست پینے کو دی حضُور نوش فرماتے رہے جب پستان چپ نذر کی ابا فرمایا اور اس کو میرے فرزند کے واسطے چھوڑا۔

لاغر اونٹنی سب سے آگے

القصہ بعد تین دن کے قافلہ کے ہمراہ بی بی آمنہ سے رخصت ہو کر چلی اب میرا مرکب سب مرکبوں سے تیز اور سبک خرام ہو گیا جس جگہ اس کا قدم پڑتا سبزہ اُگ آتا عورتیں قافلہ کی مجھے ندا دیتیں اے حلیمہ ذرا لگام تھام کل تک تو تجھ کو راہ چلنا بھی دشوار تھا آج یہ کیا ماجرا ہے۔ مثنوی

مرکب یہ کلام سن کے بولا اے بے خبرو خبر نہیں کیا
ہے آج سوار مجھ پہ وہ چاند ہے چاند بھی جس کے سامنے ماند
شادابیٔ گلشنِ تجلی رونق کن ایمن تجلی
بے داد کی داد دینے والا عالم کو مُراد دینے والا

پھر صحرا میں ایک گلہ بکریوں کا نمودار ہوا قریب آکر سب نے میرے قدم چومے اور بزبانِ فصیح کہا یہ تیرا رضیع محبوبِ رب سیدِ عرب ہے صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر پہنچی تمام عسرت عشرت ہو گئی میرے گھر جو بکریاں تھیں سب تندرست و شیر دار ہو گئیں حضُورِ پُرنُور کے جمالِ بے زوال کی وہ روشنی رہتی کہ مجھے چراغ کی احتیاج کبھی نہ ہوئی اگر

اتفاق سے جسم والا کھلا ملائکہ چھپاتے جب نو مہینے کی عمر والا ہوئی نہایت فصاحت سے کلام فرمایا بعد تمام ہونے ایام رضاعت کے جنابِ حلیمہ نے حُضُورِ رحمت کو مکہ پہنچانے کا اہتمام کیا۔

لکھتا ہوں فسانۂ جدائی | آفت ہے زمانۂ جدائی
پیغام قضا ہے فرقتِ دوست | چھوٹے نہ کسی سے صحبتِ دوست
دل کو نہ نصیب ہو غمِ ہجر | ہے سخت عذاب ماتمِ ہجر
ٹھہری ہے بجھے چراغِ طائف | تاراج خزاں ہو باغِ طائف
طائف سے چلے نگارِ کعبہ | کعبہ میں رہے بہارِ کعبہ
مکہ کو وہ تاج ور رواں ہو | منزل کی طرف قمر رواں ہو
کعبے وہ فلک جناب جائے | تحویل میں آفتاب آئے
کٹ جائیں یہ انتظار کے دن | پھر آئیں کھلی بہار کے دن
بے چین رہے دلِ حلیمہ | سنسان ہو محفلِ حلیمہ
دل سینہ میں بے قرار رہ جائے | یہ وقت بھی یادگار رہ جائے

غرض جب حلیمہ اپنے پیارے رضیع ہم گنہگاروں کے شفیع کو بادلِ بریاں و دیدہ گریاں لیکر ہر مقام پر مقام ہر منزل پر قیام کرتی وادیٔ بطحا تک آئیں یہاں غیب سے آواز سنی کوئی کہنے والا کہتا ہے اے حطیم مبارک ہو کہ آج آفتابِ جود و سخاوت، شاہ جوانِ دولت تجھ میں تشریف لاتا ہے۔ حُضور کو حطیم میں بٹھا کر گویندہ کی تلاش میں نکلیں جب واپس آئیں جناب کو نہ پایا اس وقت حضرت حلیمہ کے دل میں جو گزر گئی کس کی زبان میں یارا جو عشرِ عشیر اُس کا بیان کر سکے رنگ زرد لب پر آہ سرد دل سے وفورِ بیتابی پیدا چہرہ سے پریشانی ہویدا اُفتاں وخیزاں چار طرف جاتی تھیں اُس یوسفِ مصرِ نبوت درِ یتیمِ رسالت کا پتہ نہ پاتی تھیں گویا اُن کی زبانِ حال بانداز رنج و ملال یوں مرثیہ سنج ماتمِ دل تھی۔

مثنوی

کچھ عجب آج حالتِ دل ہے ۔۔۔ طائرِ روح مرغِ بسمل ہے
کچھ نہ پوچھو جو کوفت ہے دل پر ۔۔۔ اِک قیامت ہے جانِ بسمل پر
کیا کروں حالِ دل کہوں کس سے ۔۔۔ قصۂ جاں گسل کہوں کس سے
دل میں ہے کر دوں چاک سینے کو ۔۔۔ جی نہیں چاہتا ہے جینے کو
زندگی ہو گئی گراں مجھ پر ۔۔۔ ابھی ٹوٹا ہے آسماں مجھ پر
کسی پہلو نہیں قرار مجھے ۔۔۔ ہائے کس کا ہے انتظار مجھے
اپنے پیارے کو کس طرح پاؤں ۔۔۔ اب کہاں سے میں ڈھونڈ کر لاؤں
کام ناکام چھٹ گیا مجھ سے ۔۔۔ اک دلِ آرام چھُٹ گیا مجھ سے
مجھ پہ للہ رحم کھاؤ کوئی ۔۔۔ جاتے دیکھا ہو تو بتاؤ کوئی
کیا کہوں مجھ سے کون چھوٹا ہے ۔۔۔ کس کے غم کا پہاڑ ٹوٹا ہے
آبروئے بہارِ محبوبی ۔۔۔ تاجدارِ دیارِ محبوبی
راحتِ جانِ بے قرار ہے وہ ۔۔۔ میری آغوش کی بہار ہے وہ
مُلکِ عالم کا تاجور ہے وہ ۔۔۔ آمنہ بی بی کا پسر ہے وہ
سب رسولوں میں وہ یگانہ ہے ۔۔۔ اس سے آگاہ اک زمانہ ہے
کون ہے جو نہ جانتا ہو اُسے ۔۔۔ کون ہے جو نہ مانتا ہو اُسے
پتھر اُس سے کلام کرتے ہیں ۔۔۔ پیڑ جھک کر سلام کرتے ہیں
ذروں میں روشنی اُسی سے ہے ۔۔۔ شمع کی لو لگی اُسی سے ہے
نورِ حق اُس سے آشکارا ہے ۔۔۔ میرا پیارا خدا کا پیارا ہے
کبھی کھوتی تھیں جان رو رو کر ۔۔۔ کبھی کہتی تھیں مضطرب ہو کر
چشمِ حیرت زدہ کے تارے آ ۔۔۔ جانِ بیتاب کے سہارے آ

گُلِ باغِ طرب مہک للہ ۔ آفتابِ عرب چمک للہ
بیکسی دل مرا دکھاتی ہے تیری فُرقت میں جان جاتی ہے

اِسی اثناء میں ایک پیر مرد ملا جنابِ حلیمہ کو بیتاب دیکھ کر حال پوچھا آپ نے سنایا۔ کہا میں تمہیں ہبل کے پاس لئے جاتا ہوں وہ بت غیب کی باتیں بتاتا ہے جو اُس کے پاس جاتا ہے اپنی مراد پاتا ہے الغرض یہ اُس کے ساتھ بُت خانہ میں گئیں پیر مرد نے بُت کو سجدہ کر کے کہا اے خداوندِ عرب و دریائے کرم یہ حلیمہ مسافرہ تیری پناہ میں آئی ہے اور تجھ سے اپنی مُراد چاہتی ہے اِس کا بیٹا محمد تیرے مُلک میں گم ہو گیا یہ کلمہ سنتے ہی ہبل اور تمام بُت زمین پر سرنگوں گر پڑے اور ان سے آواز آئی کہ اے شخص کس کا نام لیتا ہے ہمارے زخمِ دل پر کیوں نمک چھڑکتا ہے یہ وہ تاجدار ذوی الاقتدار کوہ شکوہ آسمانِ وقار ہے جو ہم کو سنگسار و بے اعتبار کرے گا۔ ہماری کیا مجال جو اس کے معاملہ میں دخل دیں جس کا نام سنتے ہی ہمارے سب حیلے اور فتنے مٹ گئے پیر مرد نے یہ ماجرائے عجیب و غریب دیکھ کر کہا مبارک ہو وہ لڑکا ہرگز ہرگز گم نہ ہو گا بلکہ گمراہوں کو راہ بتائے گا جب وہاں بھی دُرِ مقصود کا پتہ نہ ملا جنابِ حلیمہ زار زار مایوسانہ ایک ایک کا مُنہ تکتی حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں بادیدہ پُرنم حاضر ہوئیں یہاں سب بے فکر بیٹھے تھے جناب حلیمہ کی یہ حالت دیکھ کر زمین پاؤں کے نیچے سے نکل گئی گھر بھر گھبرا گیا ایک ایک کو سکتا ہو گیا حضرت عبدالمطلب بے قرار ہو کر دریافت فرمانے لگے کیوں حلیمہ تیرا کیا حال ہے خیر تو ہے اتنی پریشان کیوں ہے تجھے اکیلا دیکھ کر جی بے چین ہوا جاتا ہے؟ حلیمہ نے کلیجہ تھام کر جواب دیا اے سردار میں تمہارے فرزندِ ارجمند کو وادیٔ بطحا تک بخیر و سلامت لائی یہاں اس نامراد کے ہاتھ سے وہ دامنِ دولت چُھٹ گیا حلیمہ ناشاد کا خرمنِ صبر و قرار لُٹ گیا حضرت عبدالمطلب نے جو یہ خبرِ وحشت اثر سنی کوہ صفا پر ادھر اُدھر دوڑے اور فرطِ بیتابی سے پُکار پکار کر کہنے لگے فریاد اے معشرِ قریش میری خبر لو۔ آفتابِ ہاشمی آج صحرائے بطحا

میں گم ہو گیا قریش اس صدائے دردناک کو سن کر گریبانِ صبر چاک کئے ہوئے دوڑے اور صحرا میں ہر سمت تلاش کی پتہ نہ چلا۔ ناچار عبدالمطلب جانبِ حرم چلے اور اس کی بارگاہ بیکس پناہ میں رو رو کر عرض کرنے لگے اے بادشاہا اگرچہ میں اس قابل نہیں کہ میری بات تیرے آستانے پر سنی جائے مگر اس طفلِ جوانِ دولت میں تیری رحمت کے آثار پاتا ہوں اس لئے اسی کو تیری جناب میں شفیع لاتا ہوں کہ اس جانِ جہاں آرامِ جان کو مجھ سے ملا۔ حضرت عبدالمطلب گریہ وزاری کر رہے تھے ناگاہ ملہمِ غیب نے ندا دی لوگو غم نہ کھاؤ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک خدا ہے جو اُسے ضائع نہ چھوڑے گا عبدالمطلب نے کہا اے ندا کرنے والے یہ بتا کہ محمد کہاں ہے کہا وہ محبوبِ کردگار وادیٔ تہامہ میں ایک درخت کے نیچے جلوہ فرما ہے اس نویدِ جان فزا کو سن کر مجمعِ قریش جانبِ تہامہ روانہ ہوا تلاش کیا دیکھا کہ ایک ماہِ رخسار جس کے چہرہ سے جمالِ ہاشمی کے انوار نمودار ہیں جلوہ آرا ہے قریب آکر فرطِ ادب سے نامِ نامی پوچھا ارشاد ہوا میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب حضرت عبدالمطلب نے عرض کی میری جان تیرے قربان میں ہوں تیرا دادا عبدالمطلب پھر اس درِ مقصود کو صدفِ آغوش میں لیکر جانبِ جناب آمنہ روانہ ہوئے دم کے دم میں اس مایۂ قرار کے دیدار سے مادرِ غمگین کے دل کو تسکین دی سب کی جان میں جان آئی برگشتہ قسمتیں سیدھی ہوئیں خوشی کی گھڑی آئی میٹھی مراد پائی۔

کنول پھولے دلوں کے کھل گئے امید کے غنچے
ترا آنا بہارِ جانفزا ہے باغِ عالم کو

پھر جنابِ حلیمہ کو باخلعت ولباس وزرِ بے قیاس روانہ کیا اور اس کے شکر میں بیشمار اونٹ اور بکثرت سونا خدائے تعالیٰ کے نام پر دیا۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى نَبِيِّكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

دربیانِ معراج شریف

ساقی کچھ اپنے بادہ کشوں کی خبر بھی ہے　　ہم بیکسوں کے حال پہ تجھ کو نظر بھی ہے
جوشِ عطش ہے شدتِ سوزِ جگر بھی ہے　　کچھ تلخ کامیاں بھی ہیں کچھ دردِ سر بھی ہے

ایسا عطا ہو جام شرابِ طہور کا
جس کے خمار میں بھی مزہ ہو سرور کا

اب دیر کیا ہے بادۂ عرفاں قوام دے　　ٹھنڈک پڑے کلیجہ میں جس سے وہ جام دے
تازہ ہو روح پیاس بجھے لطفِ تام دے　　یہ تشنہ کام تجھ کو دعائیں مُدام دے

اُٹھے سرور آئیں مزے جھوم جھوم کر
ہو جاؤں بے خبر لبِ ساغر کو چوم کر

فکرِ بلند سے ہو عیاں اقتدارِ اوج　　چھکے ہزار خامہ سرِ شاخسارِ اوج
ٹپکے گلِ کلام سے رنگِ بہارِ اوج　　ہو بات بات شانِ عروج افتخارِ اوج

فکر و خیال نور کے سانچوں میں ڈھل چلیں
مضموں فرازِ عرش سے اونچے نکل چلیں

اِس شان اِس ادا سے ثنائے رسول ہو　　ہر شعر شاخِ گل ہو تو ہر لفظ پھول ہو
حضار پر سحابِ کرم کا نزول ہو　　سرکار میں یہ نذرِ مختصر قبول ہو

ایسی تعلیوں سے ہو معراج کا بیاں
سب حاملانِ عرش سُنیں آج کا بیاں

معراج کی یہ رات ہے رحمت کی رات ہے　　فرحت کی آج شام ہے عشرت کی رات ہے
ہم تیرہ اختروں کی شفاعت کی رات ہے　　اعزازِ ماہِ طیبہ کی رویت کی رات ہے

پھیلا ہوا ہے سرمۂ تسخیر چرخ پر
یا زلف کھولے پھرتی ہیں حوریں اِدھر اُدھر

دل سوختوں کے دل کا سویدا کہوں اسے — پیرِ فلک کی آنکھ کا تارا کہوں اسے
دیکھوں جو چشمِ قیس سے لیلیٰ کہوں اسے — اپنے اندھیرے گھر کا اُجالا کہوں اسے

یہ شب ہے یا سوادِ وطن آشکار ہے
مشکیں غلافِ کعبہ پہ ورد نگار ہے

اس رات میں نہیں یہ اندھیرا جھکا ہوا — کوئی گلیم پوش مراقب ہے با خدا
مشکیں لباس یا کوئی محبوب دلرُبا — یا آہوئے سیاہ یہ چرتے ہیں جا بجا

ابرِ سیاہ مست اُٹھا حالِ وجد میں
لیلیٰ نے بال کھولے ہیں صحرائے نجد میں

یہ رُت کچھ اور ہے یہ ہوا ہی کچھ اور ہے — اب کی بہار ہوش رُبا ہی کچھ اور ہے
روئے عروس گل میں صفا ہی کچھ اور ہے — چھپتی ہوئی دلوں میں ادا ہی کچھ اور ہے

گلشن کھلائے بادِ صبا نے نئے نئے
گاتے ہیں عندلیب ترانے نئے نئے

ہر ہر گلی ہے مشرقِ خورشید نُور سے — لپٹی ہے ہر نگاہ تجلّیٔ طور سے
روحت ہے سب کے منہ پہ دلوں کے سرور سے — مردے ہیں بیقرار حجابِ قبور سے

ماہ عرب کے جلوے جو اونچے نکل گئے
خورشید و ماہتاب مقابل سے ٹل گئے

ہر سمت سے بہار نواخوانیوں میں ہے — نیسانِ جودِ رب گہرافشانیوں میں ہے
چشمِ کلیم جلوہ کے قربانیوں میں ہے — غلِ آمدِ حضور کا روحانیوں میں ہے

اک دھوم ہے حبیب کو مہماں بلاتے ہیں
بہرِ بُراق خُلد کو جبریل جاتے ہیں

سبحان اللہ کیا رات ہے' اِس رات کی کیا بات ہے! طالب و مطلوب ملتے ہیں غنچہ

ہائے وصل کھلتے ہیں رنگ نیرنگی کی نیرنگیاں چمن چمن بہاریں دکھا رہی ہیں یکتائی و وحدت کی کلیاں کیا کیا کھلا رہی ہیں مطلوب اپنے طالب کا طالب، طالب اپنے مطلوب کا مطلوب یہ اُس کا پیارا وہ اُس کا محبوب روحِ اعظم کا بُراق لے کر آنا تو اظہر من الشمس ہے مگر سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی سے تو کچھ اور ہی جلوے چمکتے ہیں۔ اور ہی رنگ ٹپکتے ہیں ربودن ورفتن میں جو فرق ہے مہر نیمر ذرہ ماہ نیم ماہ ہے نازک مقام ہے یہاں عقل کا کیا کام دلِ بے خبر خبردار ہوش میں آ۔ دیکھ آپے کو سنبھال حد سے آگے قدم نہ ڈال ترا منہ ہے کہ تو بولے یہ سرکاروں کی باتیں ہیں ہاں یہ وہ رات ہے کہ آفتابِ عالم تاب اس سے کسبِ ضیا کرتا ہے۔ جب تو اُس کے پرتو کے مقابل بڑے بڑے مہر جمالوں کی آنکھ نیچی ہوتی ہے جب تو اُس کی تابش ذروں کو چمکاتی، عالم کو روشن بناتی ہے اللہ رے ہجومِ تجلی کہ قمر نے رات بھر نکلنے کی جگہ نہ پائی وادیٔ طور میں جس جلوے پر ہزاروں پردے تھے آج بے نقاب ہے وہ محبوب جس کی ایک جھلک نے جنابِ کلیم کو بے خود کیا تھا اِس رات بے حجاب ہے۔

اُس کے جلوے کا تو کیا کہنا مگر — دیکھنے والے کو دیکھا چاہیے

سکانِ عالمِ بالا کا مزاج عالمِ بالا پر ہے جگہ جگہ مشتاقوں کا ہجوم، آمد آمد کی دھوم، ایک منتظر سر جھکائے، ایک ہجومِ شوق میں نقد ہوش گنوائے۔ کوئی مایۂ دل نثار کرنے کو حاضر، کوئی متاعِ جان کی نچھاور لئے منتظر کوئی کہتا ہے اپنی آنکھیں اُن کے قدموں پر ملوں گا کسی کا قول ہے آج دامن پر مچل مچل کر ایک مُرادوں گا کوئی مشتاق بادلِ بیتاب و دیدۂ پُر آب سرِ نیاز جھکائے دستِ طلب پھیلائے بے قرار ہو کر عرض کر رہا ہے۔

نگاہِ لطف کے اُمیدوار ہم بھی ہیں — لئے ہوئے یہ دلِ بیقرار ہم بھی ہیں

ہمارے دستِ تمنا کی لاج بھی رکھنا — ترے فقیروں میں اے شہریار ہم بھی ہیں

اِدھر بھی توسنِ اقدس کے دو قدم جلوے — تمہاری راہ میں مُشتِ غبار ہم بھی ہیں

کھلادو غنچۂ دل صدقہ بادِ دامن کا — امیدوار نسیم بہار ہم بھی ہیں
تمہاری ایک نگاہِ کرم میں سب کچھ ہے — پڑے ہوئے تو سرِ رہ گزار ہم بھی ہیں
جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاکِ حُضور — تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں
یہ کس شہنشہ والا کا صدقہ بٹتا ہے — کہ خسروؤں میں پڑی ہے پکار ہم بھی ہیں
ہماری بگڑی بنی اُن کے اختیار میں ہے — سپرد اُنہیں کے ہیں سب کاروبار ہم بھی ہیں
حسنؔ ہے جن کی سخاوت کی دھوم عالم میں — انہیں کے تم بھی ہو اِک ریزہ خوار ہم بھی ہیں

سبحان اللہ سمک سے سماک تک ایک غلغلہ شادمانی و طنطنۂ کامرانی بلند۔ ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ اپنی قسمت پر شاداں و خرسند۔ زمین آسمان کے حُضُور سر جھکائے کہ آج تو جلوہ گاہُ شاہی ہے۔ آسمان زمین کے قُربان کہ تیرے گھر سے یہ دولت پائی ہے زمین آسمان پر پاؤں نہیں دھرتی آسمان کی چوٹی عرش سے باتیں کرتی خوشی کی گھڑی منانے والو دوست شاد، دشمن پامال الٰہی سرکار ابد قرار عرش وقار کا روز افزوں جاہ و اقبال۔ ہاں کہو امیدوں کے غنچے چٹک کر مُرادوں کے شادیانے بجائیں دلوں کے سوز چمک کر شوق کی مشعلیں جلائیں ہاں کدھر ہیں سرکار کے مالی جاہ بلند اقبال عالی کہو جلد حاضر آئیں پھولوں کی کشتیاں نذر لائیں گلزارِ شریعت میں داہنے ہاتھ کو جو فَاسْجُدْ کی ہری کیاری ہے اُس کے بھینے پھولوں سے طرہ بنائیں گلستانِ طریقت میں خُلُقٍ عَظِیْم جو لہکتا تختہ ہے اُس کی مہکتی کلیوں سے ہار گوندھیں وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا جھلکتا سہرا يَدُ اللهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ کا جھلکتا گجرا دل و جان نثار صَلُّوْا عَلَی النَّبِیِّ کی نچھاور کچھ عجب بڑھتی دولت ہے کہ ایک اٹھاتے ہیں دس پاتے ہیں فقیروں کی چاندی ہے غنی کی برکت ہے ہاں خدا کو تجھ نبی پر درود مداح کو جنت جنت کو امت امت کو شفاعت شفاعت کو وجاہت فقیروں کو ثروت ذلیلوں کو عزت ضعیفوں کو قوت حزینوں کو عشرت آنکھوں کو نُور دل کو سُرور مجھ جیسے

بے دست وپا کو لطفِ حضور کہ اب وہ سہانی گھڑی قریب سے آتی ہے کہ دارین کے دولہا کو شبستانِ والا سے مسجدِ اعلیٰ مسجدِ اعلیٰ سے مقصدِ بالا تک لے جائیں گے پائے سمک سے تاجِ سماک فرشِ خاک سے عرشِ پاک تک سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ کا ڈنکا بجائیں گے دونوں جہان میں اُن کے نام کی دوہائی پھرے گی مہر و ماہ پر سکہ پڑے گا نقیبِ سرکار منبرِ سدرہ پر مدحِ سلطان کا خطبہ پڑھے گا عرش و فلک تلووں کی جھلک نعلین کی چمک دیکھ کر سربسجدہ ہوں گے کہ اے سزاوارِ شاہی

خاک درت برسر ما تاج باد

حور و ملک رحمت کی چھٹک بخشش کی کڑک مست و مدہوش بادل پُرجوش دست بدعا ہوں گے کہ الٰہی۔

ہر شب عمرت شب معراج باد

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی صَاحِبِ التَّاجِ اَمِیْرِ الْمِعْرَاجِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ماہ مبارک رجبُ المُرجب کی ستائیسویں شب تھی کہ رسول مکین جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بحکمِ احکم ربِ اکرم جل جلالہ وعم نوالہ براق برق دم پری جمال گوہریں سُم عنبریں ایال مرغزار جنت سے لے کر درِ دولتِ عرش منزلت پر مجرا کیا۔ اللہ اللہ وہ اسپ جہان جانِ خرام ایمانِ جولان برق و نگاہ جس کے حضور پا بجولان جسے روزِ ازل سے حق تعالیٰ نے سواریٔ شہریارِ مدینہ کے لئے چُنا تھا چشمِ بد دور وہ مایۂ سرور بے عیب و تقصیر سراپا نور کی تصویر بنا تھا پھر ماشاء اللہ اُس رات کی سجاوٹ بے تکلف بناوٹ کچھ اور ہی عالم دکھاتی تھی گام گام پر حُسنِ خرام پر بادِ بہاری قُربان جاتی تھی چھلبل کی تعریف شوخی کی توصیف تو جب لکھیے کہ نگاہ نارسا اُس برقِ تجلی کے حضور تھم سکے۔ وہ شوخ تصور رو پری تصویر آئینۂ دل میں کہیں جم سکے سبحان اللہ اُس مبارک بارگی جان شائستگی کو لگام سے کیا کام جس کے سایہ سے ابلق دہر کی بدلگامیاں بھاگیں خصوصاً وہ

بھی ایسے سُوار بلند اقتدار کیلئے جس کے ہاتھ میں کاروبارِ دو عالم کی باگیں مگر رہوار کے لئے
لگام وجہ زینت سمجھے دستور و عادت ہے۔ یا یوں کہیے کہ اس بحرِ رواں کے گوہرِ دنداں کی
بڑھتی جوت دیو فورِ جوش مُنہ میں نہ سمائی اور اُمنڈ اُبل کر گردِ سر قربان ہونے میں بھنور کی
صورت دکھائی زین زریں تزئیں حالت سفر میں مسندِ شاہی کا مختصر جانشین تنگ نہ کہیے نُورِ
نظر جو دامنِ زین کی چمک پا کر عین بے قراری میں بجلی سا تلملا کر پلٹا ہے جلدی میں اپنے
پاؤں سے آپ ہی الجھ کر تارِ نگاہ میں لچھا پڑ گیا ہے یا یوں کہیے کہ فراخی عالم اُس مبارک
رخش قبلہ ور رخش کے جولان کے لئے اپنی کوتہی دیکھ کر شرم سے سمٹی ہے دفعِ خجالت
رفعِ ندامت کو گستاخانہ اُس لمعۂ نور مایۂ سرور کے سینہ سے لپٹی ہے قبلۂ عالم سید اکرم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواب نوشیں میں تھے خادمِ سلطان مخدومِ قدسیان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
نے اپنے آقائے بیدار بخت سزاوار افسر و تخت کو خواب نوش سے باادب جگایا حق تبارک و
تعالیٰ کے یاد فرمانے کا مُژدہ سُنایا حُضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نویدِ عشرت خیز
فرحت انگیز استماع فرما کر بیت الحرام میں نمازِ شکر ادا فرمائی روحِ امین علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے سینۂ اقدس چاک کر کے وہ بھاری ودیعتِ عظیم دولت جو روزِ ازل سے خاص ذات
گرامی کے لئے امانت رکھی تھی قلب والا کو تفویض کی پھر تہیۂ سفر پر کمر باندھی جب
بُراق سراپا اشتیاق پر سُوار ہونا چاہا وہ شوخی کرنے لگا روحِ اعظم نے کہا اے بُراق یہ جائے
ادب ہے تو اس وقت مرکبِ سلطانِ عرب ہے سُن لے اس سے بہتر کوئی شخص تجھ پر سوار
نہ ہوا براق کو اس کلمہ کے سننے سے عرق آگیا اور شوخی سے باز رہا پھر وہ یکہ تاز میدان
رسالت فارس مضمارِ نبوت زینت افزائے پشت راہوارِ صبا رفتار ہو کر عازمِ مسجدِ اقصیٰ ہو
کر دم کے دم میں صبحِ مقصود نے مُنہ دکھایا سوادِ کشورِ شام نظر آیا مسجدِ اقصیٰ میں کچھ دیر
اقامت فرمائی انبیائے سابقین کی امامت فرمائی پھر شیر و شراب سامنے آئی اس آفتاب صبح
کرامت نے شیر نوش فرمایا ایما ہوا کہ اُمت کو ہدایت بخشی ضلالت سے بچایا پھر آسمانوں کی

سیر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات عجائب غرائب راہ کے ملاحظہ کے بعد زیب بیتِ معمور ہو کر سدرۃ المنتہیٰ سے ترقی فرمائی جبریلِ امین کو طاقتِ پرواز طاق نظر آئی حضور نے سبب پوچھا عرض کی اے سرکار ہم غلاموں میں سب کا ایک مقام معین ہے جس سے آگے تجاوز نہیں۔ اگر تو رے برابر آگے بڑھوں جل جاؤں ظاہر ہے کہ ایسا وقت نصیب ہے ہاتھ آتا ہے اللہ جل جلالہٗ بلانے والا مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا جانے والا اس سے بڑھ کر عرض کا کیا موقع ہوگا۔ عقلِ کل کے حُسن و دانش پر نثار جاؤں کیا وقت پا کر وہ پیاری پیاری گزارش کی ہے جس کے سبب خود حضرت سلطانی کے قلبِ انور میں جگہ زیادہ ہو یہ تو معلوم ہی تھا کہ اُس بادشاہ غربا پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر آن اپنی اُمت کی بھلائی مدِ نظر ہے خدا ایں جو جس قدر خیر خواہ اُمت ہے اُتنا ہی سلطان سے قریب تر ہے لہٰذا جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یوں اپنی تمنا حضور سے عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ جب حضور پُر نور مقام دَنٰی فتدلّٰی میں باریاب ہوں راز و نیاز محبوب کے کشفِ حجاب و فتحِ باب ہوں حضور اس مہجور کی یہ عرض یاد رکھیں کہ جب اُمتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والثناء روزِ قیامت صراط پر گزرے اُن کے آقائے بے کس نواز کا یہ خادمِ دیرینہ زیرِ قدم خوش پر کرے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بخوشی ان کی عرض قبول فرما کر روبراہ مقصود کیا اجو چار طرف سے انوارِ غیب کی پیہم تجلیوں نے راستہ بھر دیا مروی ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک حجابِ نور کے متصل پہنچے جلو کے فرشتے نے پردہ ہلایا دربان نے نام پوچھا کہا میں ہوں فلاں اور میرے ساتھ محمد رسول اللہ سرورِ دوجہاں ہیں صلی اللہ علیہ وسلم کہا یہ بلائے گئے ہیں کہا ہاں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ غیب سے ندا آئی صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اَکْبَرُ اَنَا اَکْبَرُ میرے بندے نے سچ کہا میں بہت بڑا۔ فرشتے نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جواب آیا صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا میرے بندے نے سچ کہا میں ہوں کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں فرشتے نے کہا اَشْھَدُ اَنَّ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ندا ہوئی صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اَرْسَلْتُ مُحَمَّدًا میرے بندے نے سچ کہا میں نے ہی محمد کو رسول بنایا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرشتہ نے کہا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ خطاب آیا صَدَقَ عَبْدِیْ وَدَعَا اِلٰی عِبَادَتِیْ میرے بندہ نے سچ کہا اور میری عبادت کی طرف بلایا۔ پھر اس فرشتہ نے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گود میں لے کر چشم زدن میں دوسرے پردہ تک پہنچایا وہاں کے حاجب سے بھی وہی ماجرا پیش آیا یونہی ستر ہزار حجاب طے فرمائے کہ ہر پردہ سے دوسرے پردہ تک پانسو برس کی راہ تھی بَعْدَہٗ رَفْرَف کہ ایک سبز بچھونا نورانی تھا ظاہر ہوا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے اُوپر سوار کرکے عرش تک پہنچا کر غائب ہو گیا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شانِ جلال کے مراقبہ سے اُس پوری تنہائی کے عالم میں گھبرائے ناگاہ بندۂ جاں نثار یارِ غمگسار سچے رفیق ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز آئی کہ عرض کرتے ہیں۔ قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ رَبَّكَ یُصَلِّیْ اے محمد وقفہ کیجئے کہ آپ کا رب صلاۃ کرتا ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دلِ انور یارِ وفادار کی آواز سن کر ٹھہرا مگر ان حیرتوں نے گھیرا کہ الٰہی صدیق یہاں کہاں سے آیا اور معبودِ مطلق کا صلاۃ کرنا کیا معنیٰ اتنے میں عرشِ عظیم سے ایک قطرہ ٹپکا حضور نے نوش فرمایا شہد سے زیادہ شیریں پایا اور در حقیقت یہ بھی فقط سمجھانے کے لئے ہے ہمارے استعمال میں کوئی چیز شہد سے بڑھ کر میٹھی نہ آئی لہٰذا اسی کا نام لے کر تفہیم فرمائی ورنہ کجا شہد کجا وہ قطرۂ رازِ خدا ساز جس کی ماہیت پلانے والا جانے یا پینے والا واللہ اگر ہمارا محبوب سید عرب شیریں دہن نوشیں لب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دریائے شور میں لعابِ دہن اقدس ڈالے تمام سمندر شہد ہو جائے پھر ایسے کے پینے کو ایسی جگہ سے ایسے وقت میں جو چیز بھیجی گئی ہوگی ظاہر ہے کہ شہد اور شہد سے ہزار درجہ میٹھی چیز کو اس سے کیا نسبت ہو سکتی ہے اُس قطرہ کے نوش فرماتے ہی تمام علومِ اولین و آخرین قلبِ اقدس پر منکشف ہوگئے پھر عرشِ اعظم سے خطاب آیا اُدْنُ یَا اَحْمَدُ اُدْنُ

یَا مُحَمَّدُ اُدْنُ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ پاس آ اے احمد پاس آ اے محمد پاس آ اے تمام جہان سے بہتر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار ترقی فرماتے تھے اور اُدھر سے مکرر بھی ارشاد ہوتا تھا ہزار بار یہی خطاب آیا یہاں تک کہ دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی اللہ (عزوجل) محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نزدیک ہوا اور انہیں اپنے سے نزدیک کیا یہاں تک کہ رہ گیا فاصلہ دو کمان بلکہ اِس سے بھی کم کا یہاں خرد خردہ بین دست و پا گم کردہ ہے ایک بازاری بے وقار کی کیا مجال کہ محبوب و مُحِبّ کے رازِ خاص میں دخل دے کلامِ الٰہی بے واسطہ سُنا دیدارِ الٰہی بچشمِ سر دیکھا

ع شنیدن بحق بود دیدن بہ حق

بلکہ حقیقت میں تو چشم کہاں اور سر کیسا دیکھنے والا کون اور دیکھنا کجا ظِل ذات عین ذات میں گم ہو گیا ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ اللہ بس باقی ہوس۔

ع ورق نوشتند گم شد سبق

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی پھر وحی کی اپنے بندہ کو جو وحی کی بھلا جس راز کو اللہ جل شانہٗ ظاہر نہ فرمائے بے بتائے کس کی سمجھ میں آئے اے عقل خبردار یہاں مجال دم زدن نہیں اے وہم ہوش دار کہ یہ جائے نادیدہ رفتن نہیں۔

ع ترا منہ ہے کہ تو بولے یہ سرکاروں کی باتیں ہیں

کہتے ہیں کہ سایہ نے ذات سے عرض کی اَنْتَ وَاَنَا وَمَا سِوٰی ذٰلِکَ تَرَکْتُ لِاَجَلِکَ اے محبوب میں ہوں اور تو اور جو کچھ اس کے سوا ہے سب میں نے تیرے لئے چھوڑ دیا ذات نے سایہ سے ارشاد فرمایا اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوٰی ذٰلِکَ خَلَقْتُ لِاَجْلِکَ اے محبوب میں ہوں اور تو اور جو کچھ اس کے سوا ہے سب میں نے تیرے لئے بنایا۔

یہ اِکرام ہے مصطفیٰ پر خدا کا کہ سب کچھ خدا کا ہوا مصطفیٰ کا
یہ بیٹھا ہے سکہ تمہاری عطا کا کبھی ہاتھ اٹھنے نہ پایا گدا کا

چمکتا ہوا چاند ثور و حرا کا — اُجالا ہوا بُرجِ عرشِ خدا کا

لحد میں عمل ہو نہ دیوِ بلا کا — جو تعویذ میں نقش ہو نقشِ پا کا

جو بندہ خدا کا وہ بندہ تمہارا — جو بندہ تمہارا وہ بندہ خدا کا

مرے گیسووں والے میں تیرے صدقے — کہ سر پر ہجومِ بلا ہے بلا کا

ترے زیرِ پا مسندِ ملکِ یزداں — ترے فرق پر تاج ملکِ خدا کا

سہارا دیا جب مرے ناخدا نے — ہوئی ناؤ سیدھی پھرا رُخ ہوا کا

کیا ایسا قادر قضا وقدر نے — کہ قدرت میں ہے پھیر دینا قضا کا

اگر زیرِ دیوار سرکار بیٹھوں — مرے سر پہ سایہ ہو فضلِ خدا کا

ادب سے لیا تاجِ شاہی نے سر پر — یہ پایہ ہے سرکار کے نقشِ پا کا

خدا کرتا ہوتا جو تحتِ مشیت — خدا ہو کر آتا یہ بندہ خدا کا

اذاں کیا جہاں دیکھو ایمان والو — پسِ ذکرِ حق ذکر ہے مصطفیٰ کا

کہ پہلے زباں حمد سے پاک ہو لے — تو پھر نام لے وہ حبیبِ خدا کا

یہ ہے تیرے ایمائے ابرو کا صدقہ — ہدف ہے اثر اپنے تیرِ دُعا کا

ترا نام لے کر جو مانگے وہ پائے — ترا نام لیوا ہے پیارا خدا کا

نہ کیونکر ہو اس ہاتھ میں سب خدائی — کہ یہ ہاتھ تو ہاتھ ہے کبریا کا

جو صحرائے طیبہ کا صدقہ نہ ملتا — کھلاتا ہی تو پھول جھونکا صبا کا

عجب کیا نہیں گر سراپا کا سایہ — سراپا سراپا ہے سایہ خدا کا

خدا مدح خواں ہے خدا مدح خواں ہے — مرے مصطفیٰ کا مرے مصطفیٰ کا

خدا کا وہ طالب خدا اُس کا طالب — خدا کا ہے پیارا وہ پیارا خدا کا

جہاں ہاتھ پھیلا دے منگتا بھکاری — وہی در ہے داتا کی دولت سرا کا

ترے رتبہ میں جس نے چون و چرا کی — نہ سمجھا وہ بدبخت رُتبہ خدا کا

چمکتا ہوا چاند ثور و حرا کا ۔ اُجالا ہوا برج عرشِ خدا کا
لحد میں عمل ہو نہ دیوِ بلا کا ۔ جو تعویذ میں نقش ہو نقشِ پا کا
جو بندہ خدا کا وہ بندہ تمہارا ۔ جو بندہ تمہارا وہ بندہ خدا کا
مرے گیسوؤں والے میں تیرے صدقے ۔ کہ سر پر ہجومِ بلا ہے بلا کا
ترے زیرِ پا مسندِ ملکِ یزداں ۔ ترے فرق پر تاج ملکِ خدا کا
سہارا دیا جب مرے ناخدا نے ۔ ہوئی ناؤ سیدھی پھرا رُخ ہوا کا
کیا ایسا قادر قضا وقدر نے ۔ کہ قدرت میں ہے پھیر دینا قضا کا
اگر زیرِ دیوار سرکار بیٹھوں ۔ مرے سر پہ سایہ ہو فضلِ خدا کا
ادب سے لیا تاجِ شاہی نے سر پر ۔ یہ پایہ ہے سرکار کے نقشِ پا کا
خدا کرنا ہوتا جو تحتِ مشیت ۔ خدا ہو کر آتا یہ بندہ خدا کا
اذاں کیا جہاں دیکھو ایمان والو ۔ پسِ ذکرِ حق ذکر ہے مصطفیٰ کا
کہ پہلے زباں حمد سے پاک ہو لے ۔ تو پھر نام لے وہ حبیبِ خدا کا
یہ ہے تیرے ایمائے ابرو کا صدقہ ۔ ہدف ہے اثر اپنے تیرِ دُعا کا
ترا نام لے کر جو مانگے وہ پائے ۔ ترا نام لیوا ہے پیارا خدا کا
نہ کیونکر ہو اس ہاتھ میں سب خدائی ۔ کہ یہ ہاتھ تو ہاتھ ہے کبریا کا
جو صحرائے طیبہ کا صدقہ نہ ملتا ۔ کھلاتا ہی تو پھول جھونکا صبا کا
عجب کیا نہیں گر سراپا کا سایہ ۔ سراپا سراپا ہے سایہ خدا کا
خدا مدح خواں ہے خدا مدح خواں ہے ۔ مرے مصطفیٰ کا مرے مصطفیٰ کا
خدا کا وہ طالب خدا اُس کا طالب ۔ خدا کا ہے پیارا وہ پیارا خدا کا
جہاں ہاتھ پھیلا دے منگتا بھکاری ۔ وہی در ہے داتا کی دولت سرا کا
ترے رتبہ میں جس نے چون وچرا کی ۔ نہ سمجھا وہ بدبخت رتبہ خدا کا

ترے پاؤں نے سر بلندی وہ پائی | بنا تاجِ سر عرشِ ربِّ عُلا کا
کسی کے جگر میں تو سر پر کسی کے | عجب مرتبہ ہے ترے نقشِ پا کا
ترا دردِ الفت جو دل کی دوا ہو | وہ بے درد ہے نام لے جو دوا کا
ترے بابِ عالی کے قربان جاؤں | یہ ہے دوسرا نام عرشِ خدا کا
چلے آؤ مجھ جاں بلب کے سرہانے | کہ سب دیکھ لیں پھر کے جانا قضا کا

بھلا ہے حسنؔ کا جنابِ رضاؔ سے
بھلا ہو الٰہی جنابِ رضاؔ کا

مروی ہوا خطاب، یہ تھا اَلجَنَّةُ حَرَامٌ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا وَعَلَى الْاُمَمِ حَتّٰى تَدْخُلَهُمْ اُمَّتُكَ جنت حرام ہے انبیاء پر جب تک اے محبوب تو اس میں رونق افروز نہ ہو اور حرام ہے سب امتوں پر جب تک تیری اُمت داخل نہ ہولے۔ غرض خدا جانے یا مصطفیٰ کہ کیا غرض تھی کیا خطاب ہوا مگر ان شاءَ اللہ اس قدر اُمید واثق ہے کہ جو کچھ تھا ہم غریبوں کے نفع کے لئے تھا۔

اللہ کریم ست و رسول او کریم | صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

پھر جبریلِ امین علیہ الصلاۃ والتسلیم کی عرض یاد آئی رحمتِ الٰہی نے مستحل پہ مہر قبول فرمائی صدیق اکبر کی آواز اور اُس کلمۂ سربستہ راز کا تذکرہ یاد آیا جل و علا نے ارشاد فرمایا جب ہم نے موسیٰ کو طور پر بلایا وہ بھی گھبرایا تھا اسے عصا کی باتوں میں مشغول کیا کہ اس سے زیادہ مانوس تھا جب تمہارے قلب پر وحشت پائی تو ایک فرشتہ ہم آوازِ صدیق بنایا کہ اُس کی آواز سے تسکین پاؤ اور میرا صلاۃ کرنا یہ ہے کہ میں تم پر درود بھیجوں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا آؤ تمہیں اپنی سلطنت کا دُولھاد کھائیں پھر ایک مکانِ عالی شان دکھایا گیا شہ نشین میں پردہ پڑا تھا۔ جب حجاب اُٹھا نظر آیا کہ خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم کی تصویر ہے سُبحان اللہ مقامِ غور ہے اِس پیارے مضمون کو کس پیرایہ میں ادا فرمایا گیا اگر یوں ہی ارشاد ہوتا کہ تم ہماری سلطنت کے دولھا ہو تو یہ بات نہ تھی اور اس طریقہ میں کہ اول یوں شوق دلائیں پھر تصویر دکھائیں لطف ہی جُداگانہ ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ وَعُرُوْسِ مَمْلِكَتِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ پھر پچاس برس کی نماز فرض کر کے خلعتِ رُخصت عطا ہوا۔ راستے میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام ملے عرض کی حُضور اس قدر نمازیں بہت ہیں آپ کی امت سے ادا نہ ہو سکیں گی میں بنی اسرائیل کو آزما ہو چکا ہوں حُضور واپس گئے اور تخفیف چاہی دس معاف ہوئیں موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی یہ بھی بہت ہیں غرض یوں ہی چند بار کے آنے جانے میں پانچ رہیں اور ارشاد ہوا یہ گنتی میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس جو ان پانچ کو ادا کرے گا اُسے پچاس کا ثواب عطا فرماؤں گا موسیٰ علیہ السلام نے اب کی بار بھی وہی گزارش کی کہ ہنوز کثیر ہیں حُضور پھر جائیں اور تخفیف چاہیں فرمایا میں نے اپنے رب سے اتنا مانگا کہ اب مجھے شرم آتی ہے۔ پھر بخیر و برکت باہزاروں نعمت کروروں برس کی مسافت چند ساعت میں طے کر کے دولت خانۂ اقدس کو واپس تشریف لائے ہنوز بسترِ خواب گرم پایا اور زنجیر در جنبش میں واقعی وہ نورِ نگاہ جلالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ جو تعریف کیجئے اُس کے شایاں ہے بلکہ استغفر اللہ تعریف کرنے کی لیاقت کہاں ہے۔

ع
مخوان اور اخدا از بہر حفظ شرع و پاس دیں
دگر ہر وصف کش میخواہی اندر مدحش املا کن

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ اٰمِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

تمّت بالخیر